سیدہ معظمہ نقوی کی شعری و نثری خدمات

تحقیقی مقالہ برائے بی ایس اردو

(سیشن2020-2024)

مقالہ نگار — **نگران مقالہ**

صباء مجید — **پروفیسر سید ممتاز حسین شاہ**

صدر شعبہ اردو

رول نمبر:17 گورنمنٹ گریجویٹ کالج

رجسٹریشن نمبر:2020-GBDC-167 — بلاک#17ڈیرہ غازی خان

شعبہ اردو

گورنمنٹ گریجویٹ کالج بلاک 17 ڈیرہ غازی خان

حلف نامہ

میں حلیفہ اقرار کرتی ہوں کہ یہ مقالہ بعنوان سیدہ **معظمہ نقوی کی شعری و نثری خدمات کا تجزیہ** برائے حصول سند بی ایس (اردو) میری ذاتی تحقیقی کاوش ہے۔ میں نے کسی قسم کے سرقہ سے کام نہیں لیا ہے۔ دوران تسوید تحقیق و تنقید کے معیاری اصولوں کو مد نظر رکھا ہے۔ مزید بر آں اس سے پہلے یہ مقالہ کسی یونیورسٹی میں برائے حصول سند کے لئے پیش نہیں کیا گیا۔ میں اس مقالے کے جملہ تحقیقی نتائج و عواقب کا ذاتی طور پر ذمہ دار ہوں غلط بیانی کی صورت میں یونیورسٹی کاروائی کر سکتی ہے۔

صباء مجید

رول نمبر:17

(سکالر برائے بی ایس اردو)

تصدیق نامہ

اس امر کی تصدیق کی جاتی ہے کہ میں نے بی ایس اردو کی طالبہ صباء مجید نے تحقیقی مقالہ معظمہ نقوی کی شعری اور نثری تخلیقات کا تجزیہ کے تحقیقی کام سے مطمئن ہوں اور اس امر کی سفارش اور اجازت دیتا ہوں کہ ان کا یہ مقالہ بی ایس (اردو) کی ڈگری کی جانچ کیلئے جمع کروادیا جائے۔

پروفیسر سید ممتاز حسین شاہ

(صدر شعبہ اردو)

گورنمنٹ گریجویٹ کالج، بلاک 17، ڈیرہ غازی خان

منظوری نامہ

یہ تحقیقی مقالہ سیدہ معظمہ نقوی کی شعری و نثری خدمات کا تجزیہ رول نمبر 17 رجسٹریشن **GCBD-167 -2020** سے شعبہ اُردو غازی یونیورسٹی ڈیرہ غازی خان کی Viva Voce Committee نے بی ایس اُردو کے زبانی امتحان و دیگر مراحل کے لیے منظور کر لیا ہے۔

زبانی امتحان کی کمیٹی کے اراکین:

صدر شعبہ:____

بیرونی ممتحن:____

ممتحن داخلی:____

رُکن:____

رُکن:____

انتساب

اپنے پیارے والدین کے نام

جن کی دعائیں ہر وقت میرے ساتھ ہیں

جنہوں نے زندگی میں جہد مسلسل کا سبق دیا

اور اپنی آغوش میں دنیا کے سنگ ریزوں سے بچائے رکھا۔

پیش لفظ

ہزاروں لاکھوں تعریفیں اپنے یکتا رب کی جس نے اپنے محبوب کے صدقے آج مجھے یہ دن دکھایا کہ میرا تحقیقی مقالہ اپنے تکمیل کو پہنچا(الحمدللہ)

اللہ تعالی کے خصوصی کرم کے بعد میں محسن انسانیت کائنات کی عظیم ترین اور شفیق ترین بابرکت شخصیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دل کی گہرائیوں سے شکر ادا کرتی ہوں جنہوں نے اپنی خصوصی رحمتوں سے مجھے اپنا مقالہ مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔

میرا تحقیقی مقالہ کا موضوع "سیدہ معظمہ نقوی کی شعری و نثری خدمات" ہے۔ معظمہ نقوی ہماری دھرتی کی نامور نثر نگار اور شاعرہ ہیں۔ انہوں نے نہ صرف نثر کے میدان میں اپنے آپ کو منوایا ہے۔ بلکہ بحیثیت شاعرہ بھی آپ کی شناخت ملکی سطح پر ہے۔ معظمہ نقوی دنیائے شاعری کی وہ جادو گر ہیں۔ جس کے فکر و فن کا جادو سر چڑھ کر بولتا ہے۔ اس لیے میں نے ان کی شخصیت و فن پر کام کرنے کی ٹھانی اور اپنے نگران مقالہ پروفیسر سید ممتاز حسین شاہ بخاری کی مشاورت سے " سیدہ معظمہ نقوی کی شعری و نثری خدمات "مقالے کا موضوع طے کر لیا۔ میں نے مجموعی طور پر اپنے مقالہ کو چار ابواب میں تقسیم کیا ہے۔

باب اول بعنوان "معظمہ نقوی کے حالات وزندگی اور معظمہ نقوی اہل علم کی نظر میں" ہے۔ اس باب میں معظمہ نقوی کے حالات زندگی، آباد و اجداد، پیدائش، تعلیم، شادی، علمی، ادبی خدمات وغیرہ کا تفصیل سے جائزہ لیا گیا ہے۔ جبکہ اسی باب کے (ب) جز میں معظمہ نقوی کے متعلق اہلِ علم اور اساتذہ کی آراء کو شامل کیا گیا ہے۔

دوسرا باب بعنوان "معظمہ نقوی کی نظموں کی کتاب آخری بارش فکری اور فنی جائزہ" ہے. اس باب میں معظمہ نقوی کی نظموں کے فکری اور فنی خصوصیات کا مطالعہ کیا گیا ہے۔ باب سوم میں معظمہ نقوی کے نثری حوالے سے کتاب نوائے نقوی کا جائزہ لیا گیا ہے۔ باب چہارم میں ان کے نظموں کی کتاب اور نثری کتاب کا مجموعی جائزہ لے کر اردو ادب میں بحیثیت شاعرہ ان کا مقام و مرتبہ متعین کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس کے بعد کتابیات اور آخر میں ضمیمہ جات کے ذریعے مقالہ کو مکمل کیا گیا ہے۔

سب سے پہلے میں گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج بلاک 17 کے پرنسپل جناب عماد الدین جاوید صاحب کی تہہ دل سے شکر گزار ہوں جنہوں نے کالج میں ہمیں علمی و ادبی اور تحقیقی ماحول مہیا کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی جس کی وجہ سے ہم کچھ تحقیقی کام کرنے کے قابل ہوئے۔ اس کے بعد میں اپنے صدر شعبہ اردو اور نگران مقالہ پروفیسر سید ممتاز حسین شاہ بخاری صاحب کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتی ہوں جنہوں نے کھلے دل سے میری حوصلہ افزائی کی اور اپنے مفید مشوروں سے نواز کر میرے مقالہ کی تکمیل میں میری معاونت کی اور اپنا قیمتی وقت دے کر مقالہ کی تکمیل میں میری سو فیصد رہنمائی اور مدد کی۔ اس حوالے سے میں پروفیسر آفتاب حسین سرائی صاحب، پروفیسر عمران حیدر جتوئی صاحب، پروفیسر عمران میر صاحب کا شکریہ ادا نہ کروں تو یہ بات مجھے ساری زندگی ملامت کرتی رہے گی کہ میں نے اپنے نہایت شفیق اور مہربان استاد کو کیسے بھلا دیا۔ میرے مقالہ کی الف-ب سے لے کر مقالہ کے اختتام تک ان کی سو فیصد رہنمائی اور ہاتھ ہے۔ جس کے لیے میں ان کی ہمیشہ شکر گزار رہوں گی۔

میرا مقالہ کبھی تکمیل کے مراحل تک نہ پہنچتا اگر معظمہ نقوی میرے ساتھ تعاون نہ کرتیں۔ یقیناً یہ مقالہ ان کی خصوصی محبت اور شفقت کا مرہون منت ہے۔ انہوں نے اپنے متعلق مواد کی فراہمی میں کھلے دل کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہر چیز جو ان کی دسترس میں تھی وہ میرے حوالے کر دی اور مواد ڈھونڈ کر مجھے بروقت فراہم کرتی رہی۔ اور جب بھی میں ان کے پاس گئی انہوں نے بغیر تیوری چڑھائے نہ صرف خوش آمدید کہا بلکہ پرنٹ مواد کے علاوہ انٹرویوز کے ذریعے ضروری معلومات فراہم کیں۔

ہر انسان کی کامیابی کے پیچھے یقیناً ان کے والدین اور ان کے بہن بھائیوں کا سو فیصد ہاتھ ہوتا ہے۔ میرے مقالہ کی تکمیل کے پیچھے یقیناً والدین بہن بھائی کا سو فیصد ہاتھ ہے۔ میرے مقالہ میں میرے دوستوں نے بھی ہر ممکن تعاون کیا جن میں ثناء یسین، آفتاب احمد اور اپنے تمام کلاس فیلوز کی تہہ دل سے ممنون ہوں جنہوں نے مقالہ کی تکمیل کے حوالے سے میری مدد کی آخر میں اللہ تعالی سے دعا مانگتی ہوں کہ وہ مجھے آئندہ بھی علم حاصل کرنے اور اس طرح کا تحقیقی کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

صباء مجید

رول نمبر ۱۷

بی ایس اردو سکالر

باب اول:

اس باب کو دو جز میں تقسیم کیا گیا ہے

(الف) معظمہ نقوی کی سوانح حیات

(ب) معظمہ نقوی اہل علم و ادب کی نظر میں

خاندانی پس منظر:

سیدہ معظمہ نقوی کے والد کا نام سید کفایت حسین ہے۔ وہ فوٹو گرافی کرتے تھے۔ سیدہ معظمہ نقوی کے نانا کا نام سید مشتاق احمد تھا۔ جو کہ ڈیرہ غازی خان کے مشہور مصور تھے۔ وہ مصوری کا کام کرتے تھے ڈیرہ غازی خان میں جو بھی قدیم مساجد ہیں۔ وہ ان ہی کے بنائے گئے نقشے ہیں وہ سارے معظمہ نقوی کے نانا ابو نے بنائے تھے۔ آج بھی ان کے بنائے گئے نقشے موجود ہیں وہ ڈیرہ غازی خان کے مشہور مصور تھے۔ سیدہ معظمہ نقوی کا تعلق سادات گھرانے سے ہے وہ نجیب الطرفین سید ہیں ان کا شجرہ نصب امامت کے چھٹے چاغ امام محمد جعفر صادق علیہ السلام کے بیٹے العراضی علیہ السلام سے ہے۔ ان کے جد امجد ایران اور ازبکستان کے شہر بخارا سے ہجرت کر کے بر صغیر پاک و ہند پہنچے جہاں انہوں نے جنوبی پنجاب کو اپنا مسکن بنایا اور وہاں کی مقامی بولی سرائیکی کو اپنایا اور وہ یہاں پر چھٹی پشت سے مقیم ہیں۔ سیدہ معظمہ نقوی چار بہن بھائی ہیں معظمہ نقوی کی بہن جس کا نام ندا بتول ہے اور ان کے دو بھائی ناصر عباس اور یاور عباسی ہیں۔

مورث اعلیٰ کا نام:

داداکانام:

سیدہ معظمہ نقوی کے داداکانام سید منظور احمد شاہ تھا۔وہ ڈیرہ غازی خان کے پہلے مشہور فوٹو گرافر تھے۔

ناناکانام:

سیدہ معظمہ نقوی کے ناناکانام سید مشتاق احمد تھا۔جو کہ ڈیرہ غازی خان کے مشہور مصور تھے۔ وہ مصوری کا کام کرتے تھے۔ ڈیرہ غازی خان میں جو بھی قدیم مساجد ہیں اور ان ہی کے بنائے گئے نقشے ہیں۔ وہ سارے معظمہ نقوی کے ناناابو نے بنائے تھے۔ آج بھی ان کے بنائے گئے نقشے موجو دہیں۔وہ ڈیرہ غازی خان کے مشہور مصور تھے۔

والد کانام:

سیدہ معظمہ نقوی کے والد کانام سید کفایت حسین ہے۔وہ فوٹو گرافی کرتے تھے۔وہ ڈیرہ غازی خان کے مشہور فوٹو گرافر تھے۔انہوں نے اپنے والد کی طرح فوٹو گرافی کاکام کیا۔

مقالہ نگار کاسیدہ معظمہ نقوی سے مورث اعلیٰ کے بارے میں انٹرویو:

> "میرے ناناکانام سید مشتاق احمد تھا۔جو کہ ڈیرہ غازی خان کے مشہور مصور تھے۔وہ مصوری کاکام کرتے تھے۔ ڈیرہ غازی خان میں جو بھی قدیم مساجد ہیں۔ وہ انہی کے بنائے گئے نقشے ہیں وہ سارے میرے ناناابو نے بنائے تھے۔ آج بھی ان کے بنائے گئے نقشے موجو دہیں۔اور میرے والد کانام سید کفایت حسین ہے۔ وہ پہلے فوٹو گرافی کرتے تھے۔ وہ ڈیرہ غازی خان کے مشہور فوٹو گرافر تھے۔"(۱)

پیدائش:

سیدہ معظمہ نقوی ڈیرہ غازی خان کے محلہ غازی شیر میں ۱۲ جولائی ۱۹۹۰ کو پیدا ہوئیں۔ ان کی پرورش ان کے ننھیال میں ہوئی۔ وہ اپنی نانی کے زیر سایہ بڑی ہوئیں۔

ان کا لگاؤ ان کے ننھیال سے زیادہ ہے بنسبت ان کے ددھیال کے۔

اصل نام:

ان کا اصل نام سیدہ معظمہ بتول ہے۔ میٹرک کی سند اور قومی شناختی کارڈ پہ بھی یہی نام درج ہے۔ ان کا قلمی نام معظمہ نقوی اور تخلص نقوی ہے۔

سیدہ معظمہ نقوی کے بہن بھائی:

سیدہ معظمہ نقوی چار بہن بھائی ہیں۔ معظمہ نقوی کی بہن جس کا نام ندا بتول ہے۔ اور ان کے دو بھائی ایک ناصر عباس اور دوسرا یاور عباس ہیں۔ سیدہ معظمہ نقوی سب سے بڑی بہن ہے۔ اور ان کے بعد ان کا بھائی ناصر عباس ہے۔ ناصر عباس نے چائنہ سے پی ایچ ڈی کی ہوئی ہے۔ اس کے بعد ان کا ایک بھائی یاور عباس ہے جو کہ رجسٹری برانچ میں ہوتے ہیں۔

بقول سیدہ معظمہ نقوی:

"ہم چار بہن بھائی ہیں۔ ہم دو بہنیں ہیں۔ ایک میں اور میری بہن ندا بتول ہے۔ اور میرے دو بھائی ہیں۔ ایک ناصر عباس اور دوسرا یاور عباس ہے۔ میری بہن ابھی اپنی پڑھائی کر رہی ہے۔"(۲)

پرائمری تعلیم:

سیدہ معظمہ نقوی نے پرائمری تعلیم سکول نمبر ۱ سے حاصل کی۔

مڈل تعلیم:

سیدہ معظمہ نقوی نے چھٹی سے لے کر میٹرک تک قدیم ہائی اسکول ملا قائد شاہ سکول سے حاصل کی۔

انٹر میڈیٹ:

سیدہ معظمہ نقوی نے انٹر میڈیٹ گورنمنٹ کالج برائے خواتین ڈیرہ غازی خان سے کیا۔

ایم اے کی تعلیم:

سیدہ معظمہ نقوی نے گریجویشن اور ماسٹرز کی تعلیم کے لیے علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کا انتخاب کیا۔اور ایم اے کی تعلیم علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی سے حاصل کی۔

ایم اے اردو کی تعلیم:

سیدہ معظمہ نقوی نے ایم اے اردو کی تعلیم علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی سے حاصل کی۔

ملازمت:

تعلیم کے ساتھ ساتھ مختلف پرائیویٹ اسکولز میں ایڈمنز و ٹیچنگ کے فرائض کو بھی بخوبی نبھایا۔دو سال اسٹیٹ لائف انشورنس پالیسی کی فیلڈ سے منسلک بھی رہی۔یہاں کی تربیتی ورکشاپ بھی مکمل کیں۔مگر شعبہ نہیں بنا سکی۔

شادی:

سیدہ معظمہ نقوی کی شادی ان کے خاندان سے باہر ہوئی ہے۔ان کے شوہر کا نام سید مہدی حسن نقوی ہیں۔ان کے شوہر سویڈن میں پی ایچ ڈی کر رہے ہیں۔سیدہ معظمہ نقوی کی ایک بیٹی ہے۔جس کا نام معجزہ حسن نقوی ہے۔

اس حوالے سے سیدہ معظمہ نقوی اپنے ایک انٹرویو میں بتاتی ہیں:

"میری شادی اسلام آباد میں خاندان سے باہر شادی ہوئی ہے۔ میرے شریک حیات کا نام سید مہدی حسن نقوی ہے۔ انہوں نے ایم بی اے مارکیٹنگ کیا ہوا ہے۔ اب وہ سویڈن میں پی ایچ ڈی کر رہے ہیں۔ وہ نوحہ خواں تھے۔ وہ دھنیں بناتے تھے۔ اور ہماری ایک چار سال کی بیٹی ہے۔ جس کا نام معجزہ حسن نقوی ہے۔ میرے شریک حیات ایک سمجھدار انسان ہیں اور وہ مجھے مکمل طور پر سمجھتے ہیں۔ اور روزمرہ زندگی کے معاملات میں وہ مجھ سے تعاون کرتے ہیں۔ اور خاص طور پر وہ میرے علمی و ادبی کام میں میرے ساتھ تعاون اور معاونت کرتے ہیں۔ اس حوالے سے میں بہت خوش نصیب ہوں اور مجھے ایک اچھے شریک حیات ملے۔"(۳)

اولاد:

سیدہ معظمہ نقوی کی ایک بیٹی ہے۔ جس کا نام معجزہ حسن نقوی۔ ہے وہ ابھی چار سال کی ہے۔ اور کلاس ون میں پڑھ رہی ہے۔

شاعری کا آغاز:

سیدہ معظمہ نقوی نے صرف تیرہ سال کی عمر میں اپنی پہلی نظم "منتظر نگاہیں لکھی، پھر اردو ادب کی تعلیم اور تدریس کے بعد سلسلہ جاری ہے۔

سیدہ معظمہ نقوی اس حوالے سے اپنے انٹرویو میں بتاتی ہیں:

"لکھنے کا سفر بچپن سے ہی جاری ہے جب شعوری سطح اتنی نہ تھی کہ اپنے لکھے کو کوئی نام بھی دے سکوں باقاعدہ طور پر میں نے تیرہ سال کی عمر سے اپنی پہلی نظم "منتظر نگاہیں" لکھی۔ پھر اسے اپنی اُس وقت کی اکلوتی سکھی کو سنائی اور اسکے بعد میں جب جو بھی لکھتی اس کو سناتی۔ وہ تعریف کرتی تو میرا ایک پاؤ خون بڑھ جاتا۔ یوں یہ سلسلہ جاری رہا اور میں نے کئی ڈائریاں بنائیں۔ میری فطرت عام لڑکیوں کی طرح کبھی نہ تھی۔ نہ مجھے رنگ برنگے بھڑکیلے کپڑوں کا کبھی جنون رہا نہ زیورات و دیگر کھلونے جو ہر لڑکی کی کمزوری ہوتی ہیں۔ اگر کبھی میری توجہ کا مرکز بنیں یا میری کمزوری سمجھ لیں خوب صورت پن اور ہر سال کی نیو

ڈائری ہوتی یا پھر ہر رنگ کے پھول گھر کا ماحول باپردہ، مذہبی اور سخت تھا سلیبس اور دینی کتب کے علاوہ گھر میں اور کسی کتاب کا پڑھنا منع تھا۔ یوں جلد خود کو منظر عام لانے کا مجھے کوئی ساز گار ماحول میسر نہ آ سکا اور وقت کے دھارے سب چھوڑ دیا۔ مگر اپنا لکھا سنبھال کر رکھا۔ صد شکر مولا پاک کہ میرے ہمسفر نے اس معاملے میں مجھے بہت ہمت و حوصلہ دیا۔ ہر حوالے سے میرا ساتھ دیا۔ اور یوں ادب سے عقیدت و جنوں کا رشتہ مضبوط رہا"(۴)

معظمہ نقوی کا شعری مجموعہ "آخری بارش" شائع ہو چکا ہے۔ مصنفہ کی نثری اور شعری تخلیقات میں علامت نگاری بھی نظر آتی ہے ۔

سیدہ معظمہ نقوی کے نانا ابو شفقت کاظمی پہلے شاعر تھے جو کہ محسن نقوی کے واحد استاد بھی تھے۔ سیدہ معظمہ نقوی کو ان کی نانی کے ساتھ والہانہ عقیدت تھی۔

سیدہ معظمہ نقوی اپنے ایک انٹرویو میں بتاتی ہیں:

"مجھے میری نانی جان سے والہانہ عقیدت تھی۔ میری نانی جان مجھے فارسی کی منقبت سناتی تھی۔ وہ ترجمہ شدہ تھی۔ وہ ایک منظوم کلام تھا اس میں ایک واقعہ تھا مولا امام حسین علیہ السلام کا تو وہ مجھے جس منظوم انداز میں سناتی تھی وہ مجھے بہت پسند آتا تھا۔ اور میری روح کو لگتا تھا۔ تو کچھ بچپن سے گودی کا اثر بھی تھا اور یہ ساری باتیں تھیں میں جن سے انسپائر ہوئی تھی۔ مجھے نہیں پتہ کہ میں کب شاعرہ بن گئی اور میں نے شعر لکھنا شروع کر دیے۔ جب بچپن کا دور تھا تب یہ بھی نہیں شعور تھا کہ ان کو کیا کہا جاتا ہے۔ جب میں دسویں جماعت میں تھی تو میں نے اپنی پہلی نظم "منتظر نگاہیں" لکھی. جو کہ میری کتاب "آخری بارش" میں موجود ہے۔ اور بس یہ سلسلہ چلتا رہا۔ جب میری نانی جان مجھ سے جدا ہوئیں اس فانی دنیا سے رخصت ہو گئیں تو اس کے بعد سے میرا اس طرف رجحان بڑھ گیا۔ پھر میں نے زیادہ لکھنا شروع کر دیا تھا"(۵)

شاعری میں اساتذہ

سیدہ معظمہ نقوی کے ایک استاد مظفر احمد صاحب ہیں۔ مظفر احمد صاحب کی بدولت ہی سیدہ معظمہ نقوی کی شاعری منظر عام پر آئی ہے۔ وہ عرصہ دراز سے لندن میں مقیم ہیں۔

پسندیدہ شعراء

میر تقی میر، غالب، ناصر کاظمی، فیض احمد فیض، افتخار عارف، وغیرہ سیدہ معظمہ کے پسندیدہ شعراء ہیں۔

پسندیدہ شعراء کے چند پسندیدہ اشعار

پھرتے ہیں میر خوار کوئی پوچھتا نہیں
اس عاشقی میں عزتِ سادات بھی گئی

(میر تقی میر)

کی مرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ
ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

(مرزا غالب)

کیوں گردش مدام سے گبھرا نہ جائے دل
انسان ہوں پیالہ و ساغر نہیں ہوں میں

(مرزا غالب)

کہوں کس سے میں کہ کیا ہے ؟ شب غم بری بلا ہے
مجھے کیا برا تھا مرنا ، اگر ایک بار ہوتا

(مرزاغالب)

نیت شوق بھر نہ جائے کہیں
تُو بھی دل سے اتر نہ جائے کہیں

(ناصر کاظمی)

اور بھی دکھ ہیں زمانے میں محبت کے سوا
راحتیں اور بھی ہیں وصل کی راحت کے سوا

(فیض احمد فیض)

تم سے بچھڑ کر زندہ ہیں
جان بہت شرمندہ ہیں

(افتخار عارف)

پسندیدہ افسانہ نگار:

انتظار حسین، منٹو، اور منشی پریم چند سیدہ معظمہ نقوی کے پسندیدہ افسانہ نگار ہیں۔

ڈرامہ نگار:

امجد اسلام امجد اور حسینہ معین سیدہ معظمہ نقوی کے پسندیدہ ڈرامہ نگار ہیں۔

مزاح نگار:

یوسفی صاحب اور پطرس بخاری وغیرہ سیدہ معظمہ نقوی کے پسندیدہ مزاح نگار ہیں۔

ناول نگار:

خدیجہ مستور سیدہ معظمہ نقوی کی پسندیدہ ناول نگار ہیں۔

نثر نگار:

خدیجہ مستور، ڈپٹی نذیر احمد، اور غلام عباس وغیرہ سیدہ معظمہ نقوی کے پسندیدہ نثر نگار ہیں۔

ادبی تنظیموں سے وابستگی:

سیدہ معظمہ نقوی کسی بھی ادبی تنظیم کے ساتھ منسلک نہیں ہیں۔ ۲۰۱۸ سے ۲۰۲۱ تک سیدہ معظمہ نقوی نے ایک ادبی تنظیم جوائن کی تھی۔ اس کے بعد سے انہوں نے کسی بھی ادبی تنظیم کے ساتھ شرکت نہیں کی۔ وہ ایک قسم کی آزاد امیدوار کے طور پر کام کرتی ہیں۔

سیدہ معظمہ نقوی اپنے انٹرویو میں بتاتی ہیں:

> "ادبی تنظیم کا ایک منشور ہوتا ہے۔ ان کے اپنے کچھ اصول ہوتے ہیں۔ ان اصولوں کو اپنا کر ان کے ساتھ چلنا پڑتا ہے۔ ادبی تنظیموں میں آزادی والا کوئی سسٹم نہیں ہے۔ وہاں کے جو ہیڈ ہیں ان کے ماتحت کام کرنا پڑتا ہے۔ میں نے یہاں پر جتنی بھی ادبی تنظیمیں دیکھی ہیں ان سب کے یہی اصول کار ہیں۔ ۲۰۱۸ سے ۲۰۲۱ تک میں نے ایک ادبی تنظیم جوائن کی تھی۔ اس کے بعد میں کسی بھی ادبی تنظیم سے وابستہ نہیں ہوں۔ میں جو بھی کام کرتی ہوں اکیلی اپنے دم پر کرتی ہوں۔ سمجھ لیں آزاد امیدوار کے طور پر میرا کسی بھی ادبی تنظیم سے کوئی واسطہ نہیں ہے"(۶)

مشاعروں میں شرکت:

سیدہ معظمہ نقوی زیادہ تر مشاعروں میں شرکت نہیں کرتیں۔ کیونکہ وہ ایک باپردہ عورت ہیں۔ ایسی تقریبات میں جانا زیادہ پسند نہیں کرتیں۔ لیکن جہاں ممکن ہو سکتا ہے وہاں پہ شرکت کرتی ہیں۔

سیدہ معظمہ نقوی اپنے انٹرویو میں بتاتی ہیں:

"کچھ نجی مصروفیات کی بناپر اور کچھ پردے کی دقت کے باعث مشاعروں میں شریک نہیں ہو سکتی۔ لیکن جہاں تک ممکن ہو سکتا ہے میں شرکت کر لیتی ہوں"(۷)

نثر کا آغاز:

سیدہ معظمہ نقوی اپنے انٹرویو میں بتاتی ہیں:

"جو میں نے اپنی پہلی نثر لکھی وہ میری کتاب "آخری بارش" کا دیباچہ ہے۔ مجھے نہیں پتہ کہ میں نثر میں کیسی ہوں یہ تو قارئین پڑھ کر بتائیں گے کہ میں نثر میں کیسی ہوں۔ میں بس تھوڑا بہت لکھ لیتی ہوں۔ کبھی کبھار افسانہ بھی لکھ لیتی ہوں۔ درمیان میں نثر لکھنے کا سلسلہ ٹوٹ گیا تھا۔ پھر میں نے کالمز بھی لکھے۔ اور بہت سارے تبصرہ جات بھی لکھے ہیں۔ جو کہ نوائے نقوی کی صورت میں ہے۔ بس جو کیفیت ہوتی تھی میں لکھ لیتی تھی۔ یہ ایک کتھارسس ہوتا ہے۔ پھر چاہے وہ شاعری کی صورت میں ہو یا نثر کی صورت میں۔ الگ الگ کیفیت ہوتی ہے اور جو کیفیت ہوتی ہے اسی انداز میں روانی کے ساتھ بیان ہو جاتا ہے اور میں اس کو زیر قرطاس لاتی ہوں"(۸)

اخبار اور رسائل میں آپ کا کلام:

وقتاً فوقتاً ملکی و غیر ملکی سطح پر اخبارات میں سیدہ معظمہ نقوی کا کلام شائع ہوتا رہتا ہے۔ اور ملکی سطح پر جو بڑے میگزین ہیں اس وقت جیسے کہ بیاض ہو گیا اور اخبار اردو میں سیدہ معظمہ نقوی کا کلام اور نثری تحریر اور دیگر کلام جو ہیں رسائل و اخبارات میں بھی شائع ہوتے رہتے ہیں۔ کالمز تقریباً نجی سطح پر شہروں کے جو اخبارات ہیں ان میں سیدہ معظمہ نقوی کا کلام اور تحریریں آتی رہتی ہیں

۱. سچ ٹائمز ملتان

۲. صدائے بسمل بھارت

۳. روزنامہ اخبار

اخبار میں مضمون:

۱۔ باکمال فن لازوال خدمت، سچ ٹائمز ملتان

۲۔ سر سید احمد خان کیا سید تھے ؟، سچ ٹائمز ملتان

۳۔ حسرت کا شاعر، صدائے بسمل، بھارت

شخصیت:

سیدہ معظمہ نقوی کی طبیعت میں صبر و شکر کا مادہ پایا جاتا ہے۔ سیدہ معظمہ نقوی بنیادی طور پر منکسر المزاج انسان ہیں۔ ان کا اخلاق نہایت وسیع ہے۔ خلوص، محبت، تعاون سیدہ معظمہ نقوی کی سرشت میں شامل ہے۔ سیدہ معظمہ نقوی ہمیشہ اپنی دوستوں، شاگردوں اور رشتہ داروں سے کھلے دل اور خندہ پیشانی سے ملتی ہیں۔ ادب کی طالب علموں سے بے پناہ محبت کرتی ہیں۔ ان کی تحقیقی اور تعلیمی معاملات میں بھرپور مدد اور معاونت کرتی ہیں۔ اور قلمی مواد دینے میں ہرگز کنجوسی نہیں کرتی۔

تعریفی اسناد و اعزازات ۲۰۱۹ء تا ۲۰۲۳ء کی تفصیل:

ا۔ سچ ٹائمز میڈیا گروپ ملتان کی جانب سے ۲۰۱۹ میں سندِ اعزاز سے نوازا گیا۔

۲۔ سندِ اعزاز ۲۰۲۰ء میں نوازا گیا۔

۳۔ بزمِ غالب انٹرنیشنل کی جانب سے سندِ امتیاز علمی و ادبی خدمات پر نوازا گیا۔

۴۔ ادبی قافلہ انٹر نیشنل واٹس ایپ گروپ کی جانب سے ایوارڈ برائے ادبی خدمات

۵۔ انٹر نیشنل رائٹرز فورم اسلام آباد اعزازی سند برائے ادبی خدمات کتاب "کفِ دست" پہ

۶۔ فروغِ ادب انٹر نیشنل واٹس ایپ گروپ کی جانب سے اعزازی سند "مشاعرے میں شرکت پہ"

۷۔ حصارِ ادب انٹر نیشنل کی جانب سے عالمی مشاعرے میں شرکت پہ اعزازی شیلڈ

۸۔ عالمی سندِ اعزاز برائے ادبی خدمات ۲۰۲۱ء ادبی قافلہ انٹر نیشنل

۹۔ فیضانِ رومی اکیڈمی کی جانب سے سندِ اعزاز

۱۰۔ بزم شمسی رجسٹرڈ پاکستان کی جانب سے سندِ اعزاز برائے علمی و ادبی خدمات

۱۱۔ بزمِ شمسی رجسٹرڈ پاکستان کی جانب سے اعترافِ فن ایوارڈ کتاب "مودت نامہ"۔

۱۲۔ حسنِ کارکردگی ایوارڈ اوج ڈائجسٹ پاکستان

۱۳۔ اعزازی شیلڈ کتاب "مودت نامہ" ادب سماج انسانیت کی جانب سے۔

۱۴۔ تربیتی ورکشاپ انٹر نیشنل رائٹرز فورم اعزازی سند

۱۵۔ فروغِ ادب انٹر نیشنل کی جانب سے زوم ایپ مشاعرے میں شرکت پہ سندِ اعزاز

۱۶۔ حصار ادب انٹر نیشنل کی جانب سے نعتیہ مشاعرے میں شرکت پہ سندِ اعزاز

۱۷۔ بزمِ رفیق سندِ اعزاز برائے ادبی خدمات

۱۸۔ عاشق حسین خان میموریل کی جانب سے اعزازی سند کتاب "مودت نامہ" پہ۔

۱۹۔ نعتیہ مشاعرہ میں مہمانِ خصوصی شرکت پر سند اعزاز قائم، خانی میڈیا گروپ کی جانب سے۔

۲۰۔ سردار ادبی ایوارڈ۔ کفِ دست و مودت نامہ پہ!

۲۱۔ بھیل انٹرنیشنل ادبی ایوارڈ

۲۲۔ الوکیل کتاب ایوارڈ... مودت نامہ پہ۔

۲۳۔ افکارِ حامی لائبریری سندِ اعزاز "مودت نامہ"

۲۴۔ بزمِ لطیف رجسٹرڈ کی جانب سے عالمی مشاعرے میں شرکت پہ سندِ اعزاز

۲۵۔ ارمغانِ ادب کتب ایوارڈ ۲۰۲۲ء "مودت نامہ"

۲۶۔ آل پاکستان علامہ اقبال ایوارڈ

۲۷۔ مولانا الطاف حسین حالی ایوارڈ

۲۸۔ بزمِ شمسی رجسٹرڈ کی جانب سے سندِ امتیاز ۲۰۲۲ء ادبی و علمی خدمات۔

۲۹۔ کارِ خیر انٹرنیشنل تمغہ ادب گولڈ میڈل ایوارڈ

۳۰۔ قائدِ اعظم محمد علی جناح ایوارڈ

۳۱۔ نوائے نقوی پہ بھیل انٹرنیشنل کی جانب سے کاپر میڈل ایوارڈ۔

۳۲۔ الوکیل کتاب ۲۰۲۳ء ایوارڈ

۳۳۔ ایف۔ جے رائٹرز فورم گولڈ میڈل ایوارڈ

۳۴۔ نور احمد غازی ایوارڈ۔

۳۵۔ پاکستان کا سب سے بڑا سول محمد علی فیڈریشن ایوارڈ۔

(سلسلہ جاری ہے)

معظمہ نقوی کی کتابوں کے انتسابات:

سیدہ معظمہ نقوی کی کتاب "**کف دست**" سیدہ معظمہ نقوی کی پہلی کتاب ہے۔ اس کتاب کا انتساب "**تمہارے نام**" کیا ہے۔ اور یہ انتساب کچھ اس طرح بیان کیا ہے۔

انتساب

رقم کریں گے تیرا نام انتسابوں میں
کہ انتخاب سخن ہے یہ انتخابوں میں
(ناصر کاظمی)

تمہارے نام۔۔۔۔۔

سیدہ معظمہ نقوی کی دوسری کاوش "**مودت نامہ** " ان کی دوسری تصنیف ہے۔ اور اس کتاب کا انتساب " باب العلم شہنشاہ نجف" کے نام کیا ہے۔

سیدہ معظمہ نقوی کی تیسری کاوش "**نوائے نقوی**" ہے۔ اور اس کتاب کا انتساب انہوں نے اپنے ہمسفر "سید مہدی حسن نقوی" کے نام اور اپنی گوہر نایاب بیٹی معجزہ حسن نقوی کے نام کیا ہے۔

سیدہ معظمہ نقوی کی چوتھی کاوش " آخری بارش " ہے اور اس کا انتساب سیدہ معظمہ نقوی نے محبت کی پہلی بارش کے نام کیا ہے۔

حصہ (ب)

سیدہ معظمہ نقوی اہل علم کی نظر میں:

پروفیسر ڈاکٹر سید قاسم جلال:

"خانوادہ سادات کی میدان شعر و ادب سے وابستہ افسانہ نگار، کالم نگار، اور محقق خاتون معظمہ نقوی نے اوائل عمری میں شاعری کا آغاز کیا ان کے ادبی کالم روز نامہ پاکستان ملتان، روزنامہ "سچ ٹائمنز ملتان اور دیگر ادبی رسالوں میں وقتاً فوقتاً شائع ہو کر عوام و خواص سے خراج تحسین حاصل کرتے رہتے ہیں، ان کی ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ ادبی مشاغل کے ساتھ ساتھ امور خانہ داری کو بھی بطریق احسن ادا کر رہی ہیں ، ان کا ایک سرائیکی اور ایک اردو مجموعہ کلام عنقریب منظر عام پر آنے والا ہے۔ ادب کے مختلف شعبوں سے ان کی وابستگی اور دلچسپی نے انہیں ایک ہمہ رنگ اور ہمہ پہلو شخصیت بنا دیا ہے۔ خداوند کریم سے اتنی کثیر صلاحیتیں پانے والے بہت کم ہیں ایسی شخصیات کا وجود گلشن ادب میں نئی بہاروں کا پیش خیمہ ہوتا ہے۔ محترمہ معظمہ نقوی کی پیش نظر کتاب "مودت نامہ سلاموں اور منقبتوں کا مجموعہ ہے اس میں تقریباً سو کے لگ بھگ عقیدت پارے اپنے دل نشین اور دل نواز اسلوب کے ساتھ معجز نمائیاں کر رہے ہیں قدیم و جدید شعراء کے شاہکار کلام کا یہ خوبصورت انتخاب یقیناً اہلِ دل اہلِ نظر اور اہل سخن کے لیے ایک نعمت غیر مترقبہ سے کم نہیں "مودت نامہ پیاسی روحوں اور بے چین دلوں کے لیے آب حیات کا

درجہ رکھتا ہے میری دعا ہے کہ عزیزہ معظمہ نقوی نے اس مجموعہ کی ترتیب و تدوین کے لیے جو شبانہ روز کاوش کی ہے بارگاہ ایزدی میں شرف قبولیت حاصل کرے اور موصوفہ کو دنیا و آخرت کی کامرانیاں عطاء ہوں۔ آمین"(۹)

خانم زاہدہ بخاری:

"معروف شاعرہ ادیبہ، کالم نویس، افسانہ نویس، اور محقق محترمہ معظمہ نقوی صاحبہ کا تعلق سادات گھرانے سے ہے اور علم سادات عظام کی میراث ہے معظمہ نقوی ایک باہمت خاتون ہیں اور ادب کے فروغ کیلئے ہم تن کوشاں ہیں، اور قابل ستائش بات تو یہ ہے کہ مرکز سے دور رہ کر مضافات میں علم او ادب کی قندیل روشن کیے ہوئے ہیں، معظمہ نقوی کا تعلق براہ راست کربلا کے سکول آف تھاٹ سے ہے اور یہی تعلق خاص (یعنی کرب وبلا والے سادات سے محبت وعقیدت) ان کے زیر نظر مجموعہ، انتخاب سلام و منقبت مودت نامہ کی وجہ تعلق ٹھہرا، اس سے قبل نقوی صاحبہ ایک شعری انتخاب کف دست اہل سخن کی نظر کر کے داد تحسین وصول کر چکی ہیں۔ معظمہ نقوی ایک منجھی ہوئی قلم کار ہیں جو ادبی تخلیقات میں مقدار کی بجائے معیار کی قائل دکھائی دیتی ہیں۔ وہ بسیار نویس نہیں ہیں بلکہ وسیع المطالعہ ہیں اور مطالعہ کی کثرت ان کی تحریروں میں نمایاں نظر آتی ہے۔ معظمہ نقوی نے "مودت نامہ" کی صورت کہنہ مشق اور دور حاضر کے مستند شعرائے کرام کے سلام و منقبت کا گلدستہ سجا کر اہلِ قلب و نظر کے سامنے رکھ دیا ہے، جس کے ایک ایک پھول سے ولائے محمد و آل محمد (علیہ السلام) کی خوشبو مشام جاں کو معطر کر رہی ہے۔ ان کا یہ انتخاب کربلائی شاعری میں اک گرانقدر اضافہ ہے جو ان کے لیے دنیا و آخرت میں کامیابی کی نوید ہے۔ خلاق عالم ان کی توفیقات میں اضافہ فرمائے ۔۔۔۔ آمین"(۱۰)

فرح ناز فرح:

تنہالڑکی

"چاندنی رات میں اندھیروں کو اوڑھ کر
جسم پر کہر کی ایک چادر لپیٹ کر
ایک تنہا لڑ کی پلنگ پر لیٹی ہوئی ہے
گھڑیال کے کانٹوں کی آواز سن رہی ہے
ٹک ٹک کی آواز اسے جھنجھوڑ رہی ہے
رات کے قمقمے کی روشنی میں وہ تنہالڑ کی
دنیا کے ہنگاموں سے بے خبر ہے
پھر بھی پر امید ہو کر اپنا قلم اٹھا کر
کاغذ پر لکھ رہی ہے کچھ ادھوری باتیں
اور حسرت بھری آنکھیں لیے
دسمبر میں برفیلے راستوں کو تک رہی ہے
اور برف کی طرح پگھل رہی ہے!

معظمہ نقوی صاحبہ کے لیے دعا گو ہوں کہ اللہ ان کے رزق قلم میں اضافہ کرے اور ہر ادبی صنف میں اپنا لوہا منواتی رہیں، جذبات و احساسات کو لفظوں میں ڈھالنے کا ہنر رب کی عطا ہے اللہ آپ کو سرخرو کرے!"(۱۱)

علیزے نجفی:

"کہتے ہیں اگر خود میں موجود کی بھی فطری صلاحیت کی نشو نما پہ بھرپور توجہ دی جائے تو وہ ناموافق حالات اور وسائل کی کمی کے باوجود بھی اپنے ظہور کے مواقع ڈھونڈ ہی لیتی ہے۔ہاں یہ ضرور ہے کہ اس کے لیے کافی وقت درکار ہوتا ہے۔ غیر معمولی جدوجہد اور استقامت اسے منزل سے قریب کرنے میں

معاون ہوتی ہے۔ اس کائنات میں پیدا ہونے والا ہر انسان اپنے ساتھ ایک پوٹینشیل نامی امکانی صلاحیت لے کر پیدا ہوتا ہے۔ اس کے اندر وہ سبھی کچھ موجود ہوتا ہے جس سے وہ اپنی زندگی کو بہتر طرز پر گزار سکے۔ ہم میں سے بیشتر لوگ ایک متوسط زندگی یعنی عام کی زندگی گزار کر دنیا سے چلے جاتے ہیں اور کچھ لوگ اپنے اندر موجود فطری صلاحیتوں کو پالش کر کے خود کو ایک فنکار کی حیثیت سے دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ بیشک ہر فنکار کا اپنا اپنا معیار ہوتا ہے اور ہر وہ فن قابل قدر ہوتا ہے جس سے لوگوں کے جذبات وابستہ ہوں۔ ایک فنکار اپنے جذبات کی اس طرح آبیاری کرتا ہے کہ وہ ایک دن اس کی پہچان بن جاتا ہے۔ اب تک بیشمار لوگوں نے غیر موافق حالات میں اپنی لگن اور محنت سے اپنے اندر موجود صلاحیت کو نکھارا ہے اور اسے ایک فن میں ڈھال کر لوگوں کے سامنے پیش کیا ہے۔ معظمہ نقوی ایک ایسی ہی قلم کار ہیں جنھوں نے اپنے عزم و استقامت سے خود میں موجود ہنر کو نا صرف نکھارا بلکہ دنیا کے سامنے پیش کر کے خود کو صاحب قلم کی حیثیت سے متعارف بھی کروایا۔ انتہائی کم عمری میں ہی وہ الفاظ و احساس کے ساتھ جذباتی طور پہ بندھ گئی تھیں۔ یہ رشتہ کچھ اس طرح جڑا کہ نامساعد حالات کے باوجود بھی یہ قائم رہا۔ انھوں نے اپنے قلم کے ذریعے اپنا کتھارسس کیا اور اپنے فن کو جلا بھی بخشی اور مسلسل مشق سخن نے انھیں سخنور بنا دیا۔ اس وقت ان کی کتاب " آخری بارش میرے سامنے ہے۔ یہ ان کی چوتھی کتاب ہے۔ اس سے پہلے ان کی تین کتابیں کفِ دست، مؤدت نامہ، نوائے نقوی کے نام سے منظر عام پر آچکی ہے۔ آخری بارش ان کی آزاد نظموں کا مجموعہ ہے۔ اس میں انھوں نے لطیف شعری احساسات کو سادہ لفظوں میں پیش کیا ہے۔ ان کے لفظوں کے ساتھ احساسات میں بھی سادگی کا عنصر غالب ہے۔ شاعری کی سب سے بڑی خوبی یہی ہوتی ہے کہ اس میں ایک عام سے احساس کو اس طرح بے ساختگی کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے کہ وہ قاری کے ذہن کو اپنی گرفت میں لے لیتا ہے۔ ہر شاعر کی تخلیقات اسی کوشش کے گرد گردش کرتی ہیں۔ کون اس کوشش میں کتنا کامیاب ہوتا ہے اس کا فیصلہ ہمیشہ قاری ہی کرتا ہے۔ معظمہ نقوی کی آزاد نظموں میں یہ کوشش بخوبی جھلک رہی ہے۔ انھوں نے اپنے فن اور صلاحیت کے تقاضوں کو نبھانے کی اپنی سے پوری کوشش کی ہے۔ بہر حال یہ فیصلہ تو ان کے قارئین ہی کریں گے کہ ان کی شعری اثریت اور سادگی سے وہ کس حد تک متاثر ہوئے ہیں۔ ہاں! اگر مجھے اس وقت اپنی رائے دینی ہو تو میں یہ کہہ سکتی ہوں کہ معظمہ نقوی میں اپنے احساسات کو لفظوں میں

پرونے کی ایک کامیاب کوشش کی ہے ۔جوں جوں یہ شعری مسافت طے ہوتی جائے گی جذبات کے مزید پرت منکشف ہوتے چلے جائیں گے۔ فن کا سفر ہو یا زندگی کا یہ ہمیشہ جاری رہتا ہے اس کا اہتمام جیتے جی ممکن نہیں۔ معظمہ نقوی کی شاعری میں احساسات کا ردھم شامل ہے۔ انہوں نے اپنے ارد گرد ہونے والی تبدیلیوں اور حالات و واقعات کو اپنی نظموں میں پیش کیا ہے۔ ان کی نظموں کے موضوعات عام انسانی زندگی سے قریب ہیں جیسے خود کلامی ، جنم دن، اجنبی ،بسنت، خواب، ذرا سوچنا، چہرہ ،عہد وفا وغیرہ۔ بے شک ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ان موضوعات پہ شعری صنف میں اب تک بہت کچھ لکھا جا چکا ہے معظمہ نقوی نے بھی روایتی انداز میں اپنے شعری سفر کا آغاز کیا ہے۔ رومانیت ان کی بھی کمزوری رہی ارد گرد ہونے والے واقعات پہ ان کی گہری نظر رہی خواہ ان کا تعلق خوشی سے ہو یا غم سے ان سب پہ انہوں نے کھل کر لکھا ہے۔ ان کی ایک نظم "الہڑ آرزو" کے عنوان سے ہے جس میں وہ لکھتی ہیں۔

اک الہڑ آرزو مرے دل میں
لے رہی ہے عجیب انگڑائی
اپنے تن کے حصار میں مجھ کو
اس کی کوئی سمجھ نہیں آتی
کاش اپنا ہوا کرے کوئی
حوصلہ جو دیا کرے مجھ کو
کہر کے سخت موسم میں
مجھ کو تسکین دیا کرے کوئی
میں جیا کرتی ہوں کسی کے لیے
میری خاطر جیا کرے کوئی

میرے حق میں کوئی دعا کر کے
مجھ کو کچھ مطمئن کرے کوئی!

اس وقت "آخری بارش" نامی شعری مجموعا آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ معظمہ نقوی کی شب و روز کی کاوش اپ کی توجہ کی منتظر ہے۔ میرا ماننا ہے کہ کسی بھی فن کو عروج تک پہنچانے میں قاری کا ایک بڑا کردار ہوتا ہے۔ اس کی طرف سے ملنے والی پذیرائی تخلیق کار کی صلاحیت کو مہمیز دینے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ معظمہ نقوی کے تخلیقی فن کو اجاگر کرنے میں آپ بھی اپنا حصہ ڈالیں۔ ایک قاری اور قلم کار ایسے ہی اٹوٹ بندھن میں بندھ جاتے ہیں"(۱۲)

پروفیسر آفتاب حسین سرائی:

"اردو شاعری سے لگاؤ ہر زمانے میں خاص و عام کا دلچسپ مشغلہ رہا ہے۔ ہمارے ہاں شعروں کے انتخاب پر مشتمل کتابوں کی اشاعت کا سلسلہ اگرچہ بڑا ادبی کارنامہ نہیں جانا جاتا۔ تاہم ان ہر دل عزیز کے کتابوں کے ذریعہ اردو شاعری نے بہت فروغ حاصل کیا۔ ہر قاری کے لیے یہ سہولت میسر نہیں ہوتی کہ مختلف شعراء کرام کے دیوان اور کلیات تک رسائی حاصل کر سکیں۔ آج بھی اگر ہم آتش مومن جیسے قادر الکلام شعرا کے کلام کا لطف لینے کے لیے ان کے دیوان کی تلاش میں نکلیں تو بڑے بڑے کتاب گھروں سے بھی مایوس لوٹیں گے پھر ان کی قیمت خرید عام شعری ذوق رکھنے والے قاری کی دسترس سے باہر ہے۔ اس بحث کا حاصل یہ ہے کہ شعری انتخاب پر مشتمل یہ کاوش اپنی جگہ ایک اہمیت اور پذیرائی کی حامل ہے اس کے ذریعہ معظمہ نے میر سے اپنے حسن انتخاب کا سلسلہ شروع کیا اور کئی صدیوں کی تخلیق اس کتاب میں یوں کر دی ہے کہ ہر عہد کا نمایاں اور مقبول عام شاعر اپنے کلام کا گلدستہ لیے ہمارے سامنے موجود ہے۔ شعر کا انتخاب بھی ایک خاصا مرحلہ ہے۔ اور یہ انتخاب ایسا کر دیا جائے کہ ہر خاص و عام کی توجہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے تو یہ حسن انتخاب جانا جاتا ہے۔ معظمہ نقوی ایم اے اردو کی طالبہ ہے۔ ان کی دلچسپی نصر اور شاعری دونوں میں ہے یہ خود بھی شاعری میں بطبع آزمائی کرتی ہیں شعر فہمی ان کے ادبی مزاج کا اہم حصہ ہیں۔ اوپن یونیورسٹی کی ورکشاپ میں بطور استاد مجھے معظمہ کی ادب دوستی کا اندازہ ہوا اور شعری انتخاب کا یہ سلسلہ اس کا ثبوت بن کر سامنے آیا ہے۔ میر تقی میر کے ۷۲ نشتر ناقدین کی توجہ کا حامل رہے ہیں، موازمہ نے اس انتخاب میں ۷۴ نشتر سمو کر ایک خوبصورت انتخاب ادب و شعر کے قارین کی نظر کر دیا۔ اور شعر کی فضا میں کھو جانے والے اہل ذوق کے

لیے یہ ایک چھوٹا سا قیمتی تحفہ تو ہے ہی ساتھ ہی ساتھ طلبہ و طالبات کے لیے بھی یہ ایک قیمتی سرمایہ ہے۔ کے ہے مختلف اشعار کی تشریح اور حوالہ جات کے لیے عمدہ اشعار کی تلاش میں اب ان کو خاص سہولت حاصل ہو جائے گی۔"میر سے معظمہ "تک کا یہ شعری انتخاب شعری ذوق رکھنے والے قارین کے لیے ایک خاص تحفہ بھی ہے "(۱۳)

سید مبارک علی شمسی

"معظمہ نقوی کی شخصیت محتاج تعارف نہیں ہے۔ ان پر شروع سے ہی شہرت کی دیوی فریفتہ ہے۔ ان کا نام اور ان کا منفرد کام ان کے ہونے کی گواہی دیتا ہے۔ وہ خانوادہ سادات کی ایک خوبصورت کلی ہیں۔ یہی وجہ ہے مذہب اور اسلام کی جانب ان کا رجحان زیادہ ہے، ان کا شمار عہد حاضر کی مایہ ناز خواتین لکھاریوں میں ہوتا ہے۔ وہ ایک عرصہ سے علم وادب کی خدمت کر رہی ہیں، انہیں نظم اور نثر دونوں میں نمایاں مقام حاصل ہے۔ اور وہ وطن عزیز پاکستان کے نسائی ادب میں ایک خوبصورت اضافہ ہیں۔ انہیں قومی زبان اردو سمیت ماں بولی سرائیکی میں بھی سخن وری کا ملکہ حاصل ہے۔ زیر نظر کتاب "نوائے نقوی" ان کے مضامین و کالمز اور تبصروں پر مشتمل ایک ضخیم مجموعہ ہے جس میں انہوں نے کہنہ مشق شعراء کرام اور قومی ہیرو سمیت ملکی و بین الاقوامی مشاہیر ادب کی کتب پر تبصرہ جات شامل کر کے انہیں اردو ادب کی تاریخ کا حصہ بنا دیا ہے۔ جس پر وہ خصوصی مبارک باد کی مستحق ہیں۔ میں دعا گو ہوں کہ۔ ان کا تحقیقی سفر اسی عزم کے ساتھ ہمیشہ جاری و ساری رہے " آمین "(۱۴)

فرزانہ سحاب مرزا

"معظمہ نقوی کی "نوائے نقوی "کا مسودہ میری پیش نظر ہے جس میں تحقیقی تنقیدی اور ادبی مضامین اور کالمز شامل ہیں۔ جو مختلف اخبارات اور رسائل میں شائع ہو کر داد وصول کر چکے ہیں۔ اس کتاب کے

مطالعہ سے معظمہ کی نظر پر ماہرانہ گرفت کا پتہ چلتا ہے اور ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ کوئی شاعرہ نثر پر بھی مہارت رکھتی ہو۔ تاہم معظمہ نقوی نظم اور نثر دونوں میں یکساں مہارت رکھتی ہیں۔ "نوائے نقوی" میں انہوں نے مختلف موضوعات و شخصیات اور کتب کو اپنی تحریر کا موضوع بنایا ہے۔ جس میں وہ بہت حد تک کامیاب بھی رہی ہیں۔ انہوں نے اس کتاب میں ادبی کالموں کو بھی جگہ دی ہے۔ ان کے جو کالم نیم ادبی ہیں ان میں بھی ادبی رنگ جھلکتا ہے۔ ان کے تحقیقی مضامین بھی معیار ادب پر پورا اترتے ہیں۔ اپنی اس کتاب سے دو نثر نگاروں میں شامل ہو گئی ہیں۔ ان کا متحرک ذہن انہیں خاموش نہیں بیٹھنے دیتا اور وہ کچھ نہ کچھ لکھنے میں مگن رہتی ہیں۔ ایسے لوگ مقدار کے نہیں معیار کے قائل ہوتے ہیں۔ میں اس کاوش پر انہیں خراج تحسین پیش کرتی ہوں اور امید کرتی ہوں وہ نثر کے میدان میں بھی متحرک رہیں گی"(۱۵)

حوالہ جات

١. مقالہ نگار کا معظمہ نقوی سے انٹرویو، بتاریخ، ۲۵ فروری ۲۰۲۴، بمقام x بلاک پاکستانی چوک ڈیرہ غازی خان

۲۔ ایضاً

۳۔ ایضاً

۴۔ ایضاً

۵۔ ایضاً

۶۔ مقالہ نگار کا معظمہ نقوی سے ٹیلیفونک انٹرویو، ۱۴ اپریل ۲۰۲۴، ۲ بجے دن

۷۔ ایضاً

۸۔ ایضاً

۹۔ معظمہ نقوی، مودت نامہ، ایم ارسلان پبلیشر، سن اشاعت ۲۰۲۱، بک کور

۱۰۔ ایضاً

۱۱۔ آخری بارش، معظمہ نقوی، پریس فار پیس پبلی کیشنز، سن اشاعت ۲۰۲۳، ص ۲۶

۱۲۔ ایضاً، ص ۲۳، ۲۲، ۲۱، ۲۰

۱۳۔ کفِ دست، معظمہ نقوی، بلوچ پرنٹنگ پریس، ۲۰۲۱ ص ۹

۱۴۔ نوائے نقوی، معظمہ نقوی، زوہیب پبلیشرز، حاصل پور، سن اشاعت ۲۰۱۳ بک کور

۱۵۔ ایضاً

باب دوم

معظمہ نقوی کی آزاد نظموں کی کتاب "آخری بارش" کا تجزیہ

معظمہ نقوی کی نظم کا مطالعہ کرنے سے پہلے نہایت ضروری ہے کہ نظم کے متعلق اردو ادب کے ماہرین نے جو تعریفیں متعین کی ہیں ان کا مختصر جائزہ لیتے ہیں۔

ڈاکٹر وزیر آغا نظم کے بارے میں یوں رقم دراز ہیں۔

"نظم کے پیکر کی خصوصیت اس کی اکائی ہوتی ہے۔ اور نظم کا ہر مصرع اپنی مجرد حیثیت سے محروم محض ایک مرکزی خیال کے تعمیر میں صرف ہوتا ہے"(۱)

معظمہ نقوی نے غزل اور نظم دونوں اصناف سخن میں طبع آزمائی کی ہے۔ انہوں نے نہ صرف غزل کے میدان میں اپنے فن اور فکر کا لوہا منوایا ہے۔ بلکہ انہیں غزل کے ساتھ ساتھ نظم پر بھی پوری قدرت حاصل ہے۔ انہوں نے پابند نظم، آزاد نظم، حمد، میں اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ ان کی نظمیں شاعری میں نہ صرف ایک رومان پرور خواب ناک فضا ملتی ہے۔ بلکہ خوبصورت جوان اور زندہ جذبوں کے جولانی بھی پائی جاتی ہے۔ ان کی نظمیہ شاعری فکری اور فنی حوالے سے کئی خصوصیات کا احاطہ کرتی ہے۔ نظم کے حوالے سے کئی مخصوص فنی اور فکری اوصاف انہیں نظم کی ایک قد آور شاعرہ قرار دیتی ہیں۔ ان کی نظم میں روایتی، زمانی دھاروں کے ساتھ ساتھ جدید معاشرے سے ہم آہنگ انقلاب آفرین رومانوی رویے بھی دکھائی دیتے ہیں۔

اس باب میں ہم معظمہ نقوی کی شاعری کے حوالے سے ان کی کتاب "آخری بارش" کے نظمیہ شاعری کے فکری اوصاف کا مطالعہ کریں گے۔ ان کی نظموں کا مطالعہ کرنے سے ان کی فکری اور فنی خصوصیات سامنے آتی ہیں۔

موضوعات کا تنوع اور جدت:

جس طرح معظمہ نقوی کے کلام میں مختلف موضوعات کا تنوع ملتا ہے۔ بالکل اسی طرح سے جب ہم ان کی نظموں کا مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کی نظموں میں بھی موضوعات کا تنوع اور جدت پائی جاتی ہے ان کی نظموں کے موضوع نہ صرف رومانوی موضوعات کا احاطہ کرتے ہیں۔ بلکہ وہ سماجی ثقافتی ملی طبقاتی نفسیاتی پہلوں کی ترجمانی بھی کرتے ہیں۔ اس کی کئی نظمیں

رومانوی ثقافتی معاشرتی حوالے سے موجود ہیں۔ لہٰذا معظمہ نقوی کی نظموں میں عنوان اور مضامین کے متعلق سے یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ ان کی نظموں میں موضوعات کا تنوع ملتا ہے دوسرے لفظوں میں ہم اسے یوں بیان کر سکتے ہیں کہ معظمہ نقوی نظمیہ شاعری پھولوں کا ایک ایسا گلدستہ ہے جس میں رنگ رنگ کے پھول موجود ہیں۔ معظمہ نقوی کی نظموں میں جہاں موضوعات کا تنوع دکھائی دیتا ہے وہاں موضوعات کی طرف ہمیں جدت کا عنصر بھی دیکھنے کو ملتا ہے۔ انہوں نے اتنے سارے موضوعات پر نظمیں لکھنے کے باوجود بھی اپنے نظموں میں موضوعاتی اور تصوراتی حوالے سے جدت کے پہلو کو برقرار رکھا ہے یہی چیز ان کی نظموں کے انفرادیت اور جدت کو متعین کرتی ہے۔

افتخار حسین عارف معظمہ نقوی کی شاعری کی کتاب "آخری بارش" میں ان کے تنوع موضوع کے بارے میں بتاتے ہیں۔

> "آخری بارش سیدہ معظمہ نقوی کی چوتھی کتاب ہے۔ اس سے قبل ان کی تین کتابیں شائع ہو کر اہل علم و ادب کو اپنی جانب متوجہ کر چکی ہیں۔ بڑے شہر کے ادبی ماحول سے دور رہ کر بھی معظمہ نقوی نے اپنے تخلیقی وجود کو پوری آب و تاب کے ساتھ زندہ رکھا ہے۔ گزرتے وقت کے ساتھ ان کے اظہار و بیان کی دسترس میں حد درجہ توانائی نظر آئی ہے۔ مضامین کا تنوع بھی ہے اور زبان کا خلاقانہ استعمال بھی۔ "آخری بارش" معظمہ نقوی کی ادبی زندگی میں ایک نئے سفر کا آغاز ہو گا۔ مجھے اس کا پورا یقین ہے" (۲)

نظم

عنوان: مڈنائٹ

وہ بھی دسمبر کی

مڈنائٹ

یہ بھی دسمبر کی

مڈ نائٹ

اس رات تھے ہم روبرو

محوِ گفتگو

آج تم اپنے حصار میں

ہم اپنے حصار میں کچھ پرانی یادوں سے لپٹے

کچھ پرانی کہانیاں سمیٹے

ایک دوجے کی فقط

راہ ہیں تکتے!

نظم

عنوان: جنم دن

اے میرے ہمدم!

آج میرا جنم دن ہے

سوچتی ہوں اپنے جنم دن پر

تجھے کیا تحفہ پیش کروں؟

میر و غالب کے افکار پیش کروں

یا اقبال و فیض کی حکمت سناؤں

پروین شاکر کی سرشاری لبوں پہ لاؤں

یا اپنے کچھ رومانی اشعار پیش کروں

اے میرے رفیق!

اگر تیرا مضبوط وجود جلوہ نما نہ ہوتا

تو قیامت تک نقوی کا

کوئی ہم پلہ نہ ہوتا

رومانوی افکار:

معظمہ نقوی بنیادی طور پر جدید رومانوی شاعرہ ہیں۔ ان کی شاعری کا ابتدائی دور ان کے رومانوی جذبات اور احساسات کا بھرپور ترجمان ہے۔ جس طرح معظمہ نقوی کی غزلیہ شاعری میں رومانوی حسن و عشق کے مضامین سے مالا مال ہے بالکل اسی طرح سے ان کی نظمیں ہلکے پھلکے لطیف رومانوی جذبات اور افکار کی بھرپور ترجمان ہے۔

علیزے نجفی کے بقول:

"معظمہ نقوی کی نظمیں اپنے عنوان سے ہی عشق و محبت کے موضوعات کی بھرپور غمازی کرتی ہے ان کی اکثر نظموں کے عنوان اور موضوعات رومانوی ہیں ان کی نظموں میں تنہائی، جدائی، محرومی، آس، انتظار، امید، ہجر فراق، اجنبیت، ادھورے خواب ، بچھڑی محبت، جیسے احساس اور جذبات کی آئینہ دار ہے۔ معظمہ نقوی کی نظموں میں نہ صرف تنہائی جدائی محرومی انتظار اجنبیت ادھورے پن اور اکیلے پن کا بھرپور احساس موجود ہے بلکہ ان کے سندر خواب ساون کی بارشوں میں تنہائی کے سبب ادھورے رہ جاتے ہیں۔ معظمہ نقوی اپنی نظموں میں بچھڑی محبت کے غم میں کونج کی طرح کرلاتی ہوئ نظر آتی ہے۔ وہ ماضی کے خوبصورت جھڑکوں میں کھو کر اپنے آپ کو کچھ دیر تازہ دم تو کر لیتی ہے۔ان کے رومانوی نظموں میں محبت اپنے کئ رنگ روپ میں نظر آتی ہے۔ محبوب سے محبت، فطرت سے محبت، ماں سے محبت، وطن سے محبت، انسانیت سے محبت ان کی محبت کے کئ روپ ہیں۔ معظمہ نقوی کی نظم رومان اور محبت کا ایک ایسا مجموعہ ہے جس میں حسن و عشق اور محبت سے متعلق تمام رنگ اور کیفیات موجود ہیں۔ معظمہ نقوی نے بھی روایتی انداز میں اپنے شعری سفر کا اغاز کیا ہے رومانیت ان کی بھی کمزوری رہی ارد گرد ہونے والے واقعات پہ ان کی گہری نظر رہی خواہ ان کا تعلق خوشی سے ہو یا غم سے ان سب پہ انہوں نے کھل کر لکھا ہے۔ان کی ایک نظم " الہڑ آرزو" کے عنوان سے ہے جس میں وہ لکھتی ہیں"(۳)

اک الہڑ آرزو مرے دل میں
لے رہی ہے عجیب انگڑائی
اپنے تن کے حصار میں مجھ کو
اس کی کوئی سمجھ نہیں اتی
کاش اپنا ہوا کرے کوئی
حوصلہ جو دیا کرے مجھ کو
کہر کے سخت موسم میں
مجھ کو تسکین دیا کرے کوئی

میں جیا کرتی ہوں کسی کے لیے
میری خاطر جیا کرے کوئی
میرے حق میں کوئی دعا کر کے
مجھ کو کچھ مطمئن کرے کوئی!

نظم

عنوان: یاد ہے

یاد ہے

پچھلے برس جون کا مہینہ تھا

موسم اپنے جوبن پر تھا

یاد ہے---

وہ رات بھی کیا خوب تھی

من میں ہمارے آگ لگی تھی

اکھیوں میں خماری جگی تھی

ارمانوں میں چنگاری اٹھی تھی

قریب اس دن ہم بہت ہوئے تھے

پلکوں کی جھالر میں اپنی

چھپا کے ہم کو

سینے سے اپنے لگا کہ ہم کو

پیشانی پہ کبھی

ہاتھوں پہ کبھی

میرے۔۔۔

اپنے نرم لبوں کا بار بار لمس دیا تھا

رات وہ کچھ ایسے گزاری تھی ہم نے

سجا کے سپنوں کی سیج ہم نے

جان تم کو مان لیا تھا ہم نے

اس پل کہیں دور تھی کوئل کوکی

من جو یہ ڈولا تھا سجناں

سر گوشی کر کے تم نے کہا تھا اتنا

چاند تمہارا ہے!

مضطرب ہو کے سوالی ہوں

کیا میری طرح آج بھی تم کو

اے میرے ہمدم

یاد ہے۔۔۔؟

منظر نگاری:

اگر ہم اردو شاعری کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ منظر نگاری بھی بڑے بڑے شعرائے کرام کے کلام کی اہم صفت رہی ہے شہرہ کرام نے قدرتی اور رومانوی مناظر کو اپنی شاعری میں بڑی خوبصورتی کے ساتھ پیش کیا ہے اس حوالے سے جب ہم معظمہ نقوی کی شاعری کا مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ منظر نگاری ان کے کلام کی ایک اہم صفت ہے معظمہ نقوی کی اکثر نظمیں ایسی ہیں جن میں درختوں پھولوں، آدھی رات کا منظر، روشنیوں کا منظر، چاند کا منظر، ساون کا منظر، کا ذکر ملتا ہے۔ شاعری میں منظر کشی کرنا آسان کام نہیں ہے لیکن معظمہ نقوی کی شاعری میں منظر نگاری نظر آتی ہے اندھیری رات کی تنہائی کا منظر ہو یا پھر چاندنی رات کا خوبصورت نظارہ ہو محبوب کے ساتھ کہیں میل ملاقات کا نظارہ ہو انہوں نے لفظوں کے ذریعے جو مصوری اور منظر کشی کی ہے وہ لاجواب ہے ان کی نظموں کا مطالعہ کرتے وقت ایسا لگتا ہے کہ ان کے الفاظ خوبصورت تاروں کی ایک فلم پیش کر رہے ہیں جس سے ہم سامنے بیٹھے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اور لطف اندوز ہو رہے ہیں۔

آیئے اس حوالے سے ان کی ایک نظم کا مطالعہ کرتے ہیں۔

نظم

عنوان مال روڈ

دور جاتی سڑک

آدھی رات کا منظر

سنہری رنگت کی روشنیاں

پروانوں کا رقص

گگن پر تارے

پچھلی رات کا چاند

ساون کی مست پون

لاہور کے مال روڈ کا یہ سفر

ایسا لگا جیسے

تقدیر نے ایک بار پھر ملایا ہے

خوابوں کو حقیقت بنایا ہے

معاشرتی افکار:

اگرچہ اس بات میں سو فیصد حقیقت موجود ہے کہ معظمہ نقوی کی زیادہ نظموں کی تعداد رومانوی ہے۔ لیکن یہ ایک بہت بڑی حقیقت ہے کہ ان کی نظموں میں معاشرتی شعور بھی پایا جاتا ہے۔ رومانوی نظموں کی طرح ان کی کافی ساری نظمیں معاشرتی افکار سے بھری پڑی ہیں۔ وہ ایک درد دل رکھنے والی شاعرہ ہیں۔ ان کے اپنے معاشرے پر گہری نظر ہے اسے معاشرے پر جو مسائل اور حالات و معاملات نظر آئے اسے انہوں نے بڑی خوبصورتی کے ساتھ اپنی نظموں میں پیش کیا کہیں وہ طبقاتی کشمکش کو اپنی نظم کا موضوع بنا رہی ہیں، کہیں وطن کے عظیم شہیدوں کو ان کی عظیم قربانی کے صلے میں سلام عقیدت پیش کرتے ہوئے نظر آرہی ہیں۔ کسی نظم میں فی زمانہ کے مطابق ادب اور ادیب کی بے قدری کا رونا رو رہے ہیں۔ اور کسی نظم میں وہ عورتوں کے حقائق کا حمایتی بن کر ایک وفا شعار عورت کی وکالت کرتے ہوئے نظر آتی ہیں۔ کسی نظم میں فی زمانہ کے مطابق ادب اور ادیب کی بے قدری کا رونا رو رہے ہیں۔ مختصر یہ کہ معظمہ نقوی کی نظموں میں معاشرتی فکر اپنے کئی رنگوں کے ساتھ بھرپور انداز میں معاشرتی مرثیہ کے روپ میں جلوہ گر ہے۔

آیئے اس حوالے سے ان کی ایک نظم ملاحظہ فرمائیں۔

نظم

عنوان: تنہا لڑکی

چاندنی رات میں اندھیروں کو اوڑھ کر

جسم پر کہر کی ایک چادر لپیٹ کر

ایک تنہا لڑکی پلنگ پر لیٹی ہوئی ہے

گھڑیال کے کانٹوں کی اواز سن رہی ہے

ٹک ٹک کی آواز اسے جھنجھوڑ رہی ہے

رات کے قمقمے کی روشنی میں وہ تنہا لڑکی

دنیا کے ہنگاموں سے بے خبر ہے

پھر بھی پر امید ہو کر اپنا قلم اٹھا کر

کاغذ پر لکھ رہی ہے کچھ ادھوری باتیں

اور حسرت بھری آنکھیں لیے

دسمبر میں برفیلے راستوں کو تک رہی ہے

اور برف کی طرح پگھل رہی ہے!

دسمبر کی کہر آلود صبح

سرد

پر درد

نمودار ہوئی

نجانے کتنے غنچے

کھلے نہ تھے

کلی کی صورت

مسلے گئے جو

ہائے ہائے

کرلاتی ہوئی ماں کی صدا

بجھتے دیپ کا دھواں

سسکتے ارمانوں کا جنازہ

تڑپ کے سینے پہ کبھی

منہ پہ ماتم کرتی ماں

اتنا کہتی

لال میرا کہاں ہے؟

لال میرا کب آئے گا؟

ہے کوئی پورا کر پائے؟

ماں کا جو سوال

ماں ہوئی ہے نڈھال!

مکالمہ اور تخاطب کا انداز:

معظمہ نقوی کی شاعری میں مکالمہ اور تخاطب کا انداز بیان پایا جاتا ہے۔ خاص طور پر ان کے نظموں میں اس انداز بیان کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔ وہ اپنی مختلف نظموں میں کئی کردار کی شکل میں مخاطب ہوتے ہوئے دکھائی دیتی ہیں۔ کسی نظم میں وہ خود بذات مخاطب ہو کر سوال جواب کرتی ہے اور کسی نظم میں ایک مرد کے کردار میں گفتگو کرتے ہوئے دکھائی دیتی ہے ان کی نظموں میں تخاطب کے انداز میں کئی مردانہ زنانہ کرداروں کے علاوہ بذات خود مکالمہ کرتے ہوئے دکھائی دیتی ہیں۔ اور کہیں بعض نظموں میں

وہ اپنے محبوب کی زبان سے گفتگو کراتے ہوئے اپنے دلی جذبات کی ترجمانی کرتی ہیں۔ تاہم ان کے بعض نظموں میں تخاطب کے انداز میں ابہام کے کیفیت بھی پائی جاتی ہے۔ اس لیے معظمہ نقوی کے قاری کو غور و خوص کرنے کے بعد کلام والے شخص کا ادراک ہوتا ہے۔ بہرحال معظمہ نقوی کی نظمیہ شاعری میں گفتگو مکالموں اور تخاطب کا خوبصورت انداز ملتا ہے۔ ان کے کلام میں خصوصاًان کی نظموں کی جو خوبی انہیں فکری اور فنی حوالہ سے دیگر شعراءسے ممتاز کرتی ہے۔ کیونکہ کلام کی یہ فکری اور فنی خوبی اردو ادب کے چند گنے چنے شعراء کرام کے ہاں دکھائی دیتی ہے۔

نظم

عنوان:خود کلامی

میرے حق میں ہے کہاں؟

میری خود کلامی

یہی تو ہے میری سب سے بڑی خامی

کے دوران خود کلامی مجھے یاد نہیں رہتا

کسی دوسرے کے سوال کا جواب دینا

بعض اوقات

خود سے گفتگو کرتے وقت

ایسے الفاظ بھی زبان پر آجاتے ہیں

جنہیں میں اپنی گفتگو کا حصہ نہیں بنانا چاہتی

اچھا "نقوی" یہ تو بتاؤ؟

آج خود سے گفتگو کرتے وقت

انکھوں میں آنسو کیوں اتر آئے ہیں؟

نہ جانے آج وہ مجھ کو بے ساختہ کیوں یاد آئے ہیں؟

حسن و عشق

حسن و عشق اردو غزل کے ساتھ ساتھ اردو نظم کا بھی اہم ترین موضوع سخن رہا ہے۔ معظمہ نقوی کی نظمیں اس روایتی موضوع سے خالی نہیں۔ بلاشبہ ان کے کلام میں حسن و عشق کا عنصر موجود ہے۔ ان کا تصور حسن و عشق مجرد یا خیالی نہیں ہے۔ بلکہ اس کا تعلق اس عالم آب گل سے ہے وہ جس معاشرے کا باسی ہے اسی معاشرے کے فطری اور انسانی حسن سے متاثر ہے۔ اور اسی حسن انسانیت سے متاثر ہو کر عشق و محبت کے سر زمین پر قدم رکھتا ہے۔ حسن و عشق کے حوالے سے انہوں نے اپنے اشعار اپنے محبوب کے حوالے سے سراپا پیش کیا ہے۔

آیئے اس حوالے سے ان کی ایک نظم ملاحظہ فرمائیں۔

نظم

عنوان: چہرہ

میری آنکھیں روشن روشن

میرا چہرہ تاباں تاباں

اک عنابی رنگت میرے خدو خال کی رکھوالی ہے

ایک حسیں سراپا میرے آنگن کا سرمایہ ہے

ایک سہانا جیون میری دنیا میں لہراتا ہے

میرے جسم کا ہر اک حصہ مجھ پہ سکھ برساتا ہے

لیکن نقوی یوں لگتا ہے

آنے والے کل کو میرے حسن کے نقشے مٹ جائیں گے

اسی لیے تو رہتی ہوں میں اک بے تاب نگر میں لوگو!

یوں لگتا ہے کہ میرے تن کی اجلی دھات پگھل جائے گی

میرا حسن بکھر جائے گا

میرا چہرہ ڈھل جائے گا!

وطن کی محبت

معظمہ نقوی کی شاعری میں رومانویت اور حقیقت کے انتظار کے ساتھ ساتھ اپنے وطن سے محبت بھی نظر آتی ہے وہ ایک سچی محب وطن کے طور پر سامنے آتی ہیں۔ وطن سے محبت، اپنے ملک و سرزمین سے قلبی لگاؤ اور دیرینہ تعلق فطری امر ہے، جس طرح ماں باپ، بھائی بہن اور اولاد کی محبت فطری اور طبعی ہوتی ہے، اسی طرح وطن کی محبت بلا تکلف ہوا کرتی ہے۔ جس سرزمین پر انسان اپنی آنکھیں کھولتا ہے، نشو نما پاتا ہے، عنوان شباب کو پہنچتا ہے، شادی بیاہ کرتا، ملازمت و تجارت کرتا ہے، اس کی یادیں کچھ ایسی ہوتی

ہیں، جنہیں وہ کبھی فراموش نہیں کر سکتا۔ وہ کیسے بھول سکتا ہے اس سرزمین کو، جس میں وہ اپنے آباء واجداد، ماں باپ، بھائی بہن اور دوست واحباب کے ساتھ رہائش پذیر رہا ہو۔ وطن سے محبت ایک فطری امر ہے۔

وطن کی محبت کے حوالے سے ان کی ایک نظم ملاحظہ فرمائیں۔

نظم

عنوان سلام ارض پاک

اے میرے وطن

اے پاک وطن

تعبیر ہے سچے خواب کی تو

علامہ کی تحریر ہے تو

اور قائد کی تصویر ہے تو

ہے معجز ولا اللہ کا تو

ایمان کی اک جا گیر ہے تو

تو نور ہمارے دیدوں کا

ہاں تجھ پہ نچھاور ہوتا ہے

ہر لمحہ خون شہیدوں کا

سادگی و پرکاری

معظمہ نقوی کی سادہ شخصیت کی طرح ان کی شرح نہ زبان بھی نہایت سادہ اور سلیس ہے اس لیے زبان کی سادگی و پرکاری اور سلاست ان کے کلام کا نمایاں وصف قرار پاتا ہے انہوں نے مشکل سے مشکل مضامین اور موضوعات کو روز مرہ کی عام زبان میں ایسی سادگی اور صفائی سے پیش کیا کہ ان کا کلام سہل ممتنع کی عمدہ مثال بن گیا ہے۔ معظمہ نقوی کا کلام الفاظ کی بازی گری اور خواہ مخواہ کی مضمون طرازی سے پاک ہے۔ ان کا کلام روایت اور جدیدیت سے پاک ہے۔ انہوں نے اپنی شاعری میں اظہار کی بجائے ابلاغ پر زور دیا ہے۔ جس کی وجہ سے ان کے کلام میں بہت ساری محاکاتی اور بیانی خوبیاں جمع ہو گئی ہیں۔ انہوں نے لسانی سمجھ بوجھ سے موضوع الفاظ کے چناؤ اور صحیح استعمال خاص ترتیب اور ترکیب سے اپنی شاعرانہ زبان کو ہمہ گیر اور پر اثر بنا دیا ہے۔ ان کے کلام میں مسجع، مقفی، گنجلک زبان اور الفاظ کا شبہ تک نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا کلام ان شعراء کرام کی فہرست میں شامل ہوتا ہے سادگی جن کے کلام کا خاصہ ہے۔

بقول علیزے نجفی:

"معظمہ نقوی ایک ایسی ہی قلم کار ہیں جنھوں نے اپنے عزم و استقامت سے خود میں موجود ہنر کو نا صرف نکھارا بلکہ دنیا کے سامنے پیش کر کے خود کو صاحب قلم کی حیثیت سے متعارف بھی کروایا۔ انتہائی کم عمری میں ہی وہ الفاظ و احساس کے ساتھ جذباتی طور پہ بندھ گئی تھیں۔ یہ رشتہ کچھ اس طرح جڑا کہ نامساعد حالات کے باوجود بھی یہ قائم رہا۔ انھوں نے اپنے قلم کے ذریعے اپنا کتھارسس کیا اور اپنے فن کو جلا بھی بخشی اور مسلسل مشق سخن نے انھیں سخنور بنا دیا۔ اس وقت ان کی کتاب "آخری بارش میرے سامنے ہے۔ یہ ان کی چوتھی کتاب ہے۔ اس سے پہلے ان کی تین کتابیں کفِ دست، مؤدت نامہ، نوائے نقوی کے نام سے منظر عام پر آچکی ہے۔ آخری بارش ان کی آزاد نظموں کا مجموعہ ہے۔ اس میں انھوں نے لطیف شعری احساسات کو سادہ لفظوں میں پیش کیا ہے۔ ان کے لفظوں کے ساتھ احساسات میں

بھی سادگی کا عنصر غالب ہے۔ شاعری کی سب سے بڑی خوبی یہی ہوتی ہے کہ اس میں ایک عام سے احساس کو اس طرح بے ساختگی کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے کہ وہ قاری کے ذہن کو اپنی گرفت میں لے لیتا ہے۔ ہر شاعر کی تخلیقات اسی کوشش کے گرد گردش کرتی ہیں۔ کون اس کوشش میں کتنا کامیاب ہوتا ہے اس کا فیصلہ ہمیشہ قاری ہی کرتا ہے۔ معظمہ نقوی کی آزاد نظموں میں یہ کوشش بخوبی جھلک رہی ہے۔ انھوں نے اپنے فن اور صلاحیت کے تقاضوں کو نبھانے کی اپنی سے پوری کوشش کی ہے۔ بہر حال یہ فیصلہ تو ان کے قارئین ہی کریں گے کہ ان کی شعری اثریت اور سادگی سے وہ کس حد تک متاثر ہوئے ہیں۔ ہاں! اگر مجھے اس وقت اپنی رائے دینی ہو تو میں یہ کہہ سکتی ہوں کہ معظمہ نقوی میں اپنے احساسات کو لفظوں میں پرونے کی ایک کامیاب کوشش کی ہے ۔ جوں جوں یہ شعری مسافت طے ہوتی جائے گی جذبات کے مزید پرتو منکشف ہوتے چلے جائیں گے۔ فن کا سفر ہو یا زندگی کا یہ ہمیشہ جاری رہتا ہے اس کا اتمام جیتے جی ممکن نہیں۔ معظمہ نقوی کی شاعری میں احساسات کا ردھم شامل ہے۔ انہوں نے اپنے ارد گرد ہونے والی تبدیلیوں اور حالات وواقعات کو اپنی نظموں میں پیش کیا ہے"(۴)

مختصر یہ کہ معظمہ نقوی کے شاعرانہ زبان میں انتہائی صفائی ستھرائی سادگی سلاست پائی جاتی ہے۔ اس وجہ سے ان کے بیان میں حد درجے کی دلکشی اور زور پیدا ہو گیا ہے۔

نظم

عنوان: بسنت

اے میرے پردیسی ساجن
دیکھو بہار لوٹ آئی ہے
ہر پھول مسکرایا ہے ہر کلی مسکرائی ہے
کنول نے تالاب میں لی انگڑائی ہے
پرندے کہتے ہیں کہ بہار آئی ہے

ہمارے دیس میں بسنت نے دھوم مچائی ہے
سرسوں کے پیلے پھول لہرا رہے ہیں کھیتوں میں
جنگل میں بھی ہریالی آئی ہے
پتا پتا بجا رہا تالی ہے

مگر میرے ساجن میں نے تمھاری یاد میں
اپنی زندگی دکھوں سے سجالی ہے

آزاد نظموں کی شاعرہ

آزاد نظم جدید نظم گو شعراء کرام کی پسندیدہ صنف سخن رہی ہے۔ فیض احمد فیض، ن م راشد، مجید امجد، میرا جی، تصدق حسین خالد، آزاد نظم کے حوالے سے معتبر نام ہیں۔ لہذا ان شعراء کرام نے اس حوالے سے نئی نسلوں پر گہرے اثرات چھوڑے ہیں۔ اس طرح جب ہم معظمہ نقوی کی نظمیہ شاعری کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ آزاد نظم ان کی پسندیدہ صنف سخن رہی ہے ۔معظمہ نقوی نے پابند نظمیں بھی لکھی ہیں۔ اگرچہ یہ بات درست ہے کہ آزاد نظموں میں قافیہ اور ردیف کی پابندی ضروری نہیں مگر اس پابندی کے باوجود اکثر شعراء کرام نے اپنی آزاد نظموں میں قافیہ اور ردیف کو برتا ہے۔ معظمہ نقوی نے بھی آزاد نظموں میں قافیہ ردیف کا استعمال کیا ہے۔ انہوں نے اپنی آزاد نظموں کے چھوٹے مصروں میں قافیہ اور ردیف کا اہتمام کیا ہے۔

بقول ڈاکٹر سورج نارائن

"ان کی نظموں کے عنوانات نہایت ہی دلکش ہیں۔Diction نے ان کی نظموں کو دلفریب معنی عطا کیے ہیں۔ ان کی آزاد نظموں میں کہیں کہیں چھوٹی سطریں اور کہیں کہیں بڑی سطریں ملتی ہیں"(۵)

نمونہ کلام **عنوان: بارہ جولائی**

زندگی بہر صورت ہے ایک چھایا

گزرا برس کب لوٹ کر ہے آیا

اک تری یاد کی چھایا

پا سکا ہے کب؟

کون؟

اس بحرِ بے کراں کا سایہ

چاہے "انشاء جی" گئے الاپتے

"سب مایا"

"سب مایا"

تم ہو بھلا کون؟

اے نقوی

اس بے مول دنیا میں

نظم

عنوان: سوالی

میں نے جاں واری تجھ پہ جاناں
اور تیرے نام کا چرچا کر کے
کوچے کوچے میں ہو گئی بدنام
ہو گئی غرق تیرے عشق میں، میں
ہر تمنا مِری ہوئی ناکام
دیدہ عشق کو صد خواب دیے
ہر قدم پر تجھے گلاب دیے
مجھ سے کیوں خار ہم کلام ہوئے
کیوں تیرے روگ میرے نام ہوئے
پھر بھی تو پوچھ رہا ہے مجھ سے

ان دنوں مجھ سے ترا کام ہے کیا؟
یہ بتا مجھے ترا نام ہے کیا؟

تشبیہ :

اگرچہ یہ بات درست ہے کہ شعراء کرام غزل میں تشبیہ کا زیادہ استعمال کرتے ہیں۔ تاہم اس بات سے مفر نہیں کہ نظموں میں بھی شعراء کرام نے تشبیہ کا استعمال کیا ہے۔ بے شک غزل کے مقابلے میں نظم میں تشبیہ کا استعمال کم ہے۔ لیکن غزل اور نظم دونوں میں اس کی اہمیت یکساں ہے۔

معظمہ نقوی کے نظموں میں تشبیہات کا استعمال پایا جاتا ہے انہوں نے اپنے نظموں میں خوبصورت نازک نفیس اور نادر قسم کے تشبیہات کو اپنی نظمیہ کلام میں برتا ہے۔ معظمہ نقوی نے قدیم اور جدید تشبیہات کی باہمی آمیزش سے اپنی نظموں میں خوبصورتی کے رنگ بھرے ہیں۔ جس کی وجہ سے ان کی نظمیں خوبصورت دلچسپ تاثیر اور موثر ہو گئی ہیں۔ وہ نہ صرف قاری کہ دل و دماغ کو اپیل کرتی ہیں بلکہ تاثراتی حوالے سے اپنا دیرپا اثر چھوڑتی ہیں۔

بقول ڈاکٹر سورج نارائن

"انہوں نے اپنی نظموں کو خوبصورت تشبیہات اور خوبصورت استعارات سے آراستہ کیا ہے۔ چند نظمیں
خوبصورت بحروں سے مزین ہیں"(۶)

آیئے اس حوالے سے ان کی نظموں میں پائے جانے والی تشبیہات کا مطالعہ کرتے ہیں۔

نظم

عنوان: ⟵ A Tribute to Parveen shakir

اک مانوس بھولی صورت

وہ افق پار سے کہیں

میرے تخیل میں اترتی ہے

میری انکھوں میں سنورتی ہے

وہ اجلی صورت

حسیں رخ ماہتاب

روشن آنکھیں

اپنے حسن میں یکتا

جب وہ بولتی ہے

یوں لگتا ہے

کوئی کوئل

پاؤں میں

سات سروں کی

جھانجھر باندھے

تراکیب کا استعمال:

معظمہ نقوی نے اپنی نظموں میں تراکیب کا استعمال کیا ہے۔ان کی نظموں میں جو تراکیب استعمال کی گئی ان میں کچھ تراکیب روایتی رنگ بھی ہیں اور کچھ تراکیب جدت کی بھرپور ترجمان ہیں۔انہوں نے اپنی نظموں کو خوبصورت اور ان میں جان ڈالنے کے لیے روایتی اور جدید تراکیب کے باہمی اشتراک سے اپنے بیان میں حد درجے کے دلکشی اور زور پیدا کر دیا ہے۔

تراکیب الفاظ

ارضِ سما، صراطِ مستقیم، جانِ من، رہِ عشق، حسرتِ دید، ساحلِ کرب، آبِ گل، شبِ انتظار، بحرِ بے کراں، دورانِ خود کلامی، شہرِ فرقت، چاہتِ عشق، حدِ فاصل، محوِ گفتگو، سرِ شام، برنگِ عندلیب، آگِ جاں، پائمال صد، دامنِ دل، جشنِ بہاراں وغیرہ

نظم

عنوان اجنبی

بے تعلقی کی شریانوں میں
اجنبیت کی داستانوں میں

کیسے کیسے موڑ آتے ہیں
ہم دونوں کے سامنے

ایک دوسرے سے دور رہنے کے باوجود بھی
شہر فرقت میں اب بھی

چاہتِ عشق زیادہ ہے
سچا اپنا ہر ارادہ ہے

لیکن وقت نے اس جہاں میں
ایک حدِفاصل کھینچ دی ہے

جس نے ہمیں کر دیا ہے جدا
یہی وجہ ہے جو پردیسی ٹھہرے تُم
اور اجنبی ٹھہرے ہم !

نظم

عنوان: آخری بارش

شمع اک صورت کی جلتی ہے نِگہ میں ہر گھڑی
برق بن کر تن پہ آگرتی ہے میرے بار بار

من کو تڑپاتی ہے اک زخمی پرندے کی طرح
روح پگھلاتی ہے میری دھیمی دھیمی آنچ سے

چھیڑے مضرابِ رگ جاں ماتمی انداز سے
قطرہ قطرہ تب اسی اَبر کرم کا رات بھر

دامنِ دل کو جلاتا ہے یہ خرمن کی طرح
پائمالِ صد ستم ہوں میں برنگِ اندلیب

آج تک بیٹھی تڑپتی حسرتوں کی سیج پر
منتظر نقوی ہے سانسوں کی سلگتی ریگ پر

"اخری بارش "کی بوندوں کے برسنے کے لیے
جام امرت خشک ہونٹوں سے لگانے کے لیے
زندگی ترسی ہے میری زندگی کے واسطے!

تکرار لفظی:

جس طرح معظمہ نقوی کی غزلوں میں تکرار لفظی کی خوبی پائی جاتی ہے بالکل اس طرح جب ہم معظمہ نقوی کی نظموں کا مطالعہ کرتے ہیں تو ان کی نظموں میں تکرار لفظی کی خصوصیت بدرجہ اتم دکھائی دیتی ہے۔

بات مان بھی لینا صرف اپنے کلام میں تکرار الفاظ میں دلچسپی اور تاثر کا عنصر پیدا کیا ہے بلکہ انہوں نے تکرار لفظی سے اپنے کلام میں موسیقیت کا کام بھی لیا ہے اس لیے جب ہم ان کی نظموں کا مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ الفاظ کی تکرار اور مصروں کے تکرار تھے انہوں نے اپنے نظموں کو دلچسپ اور منفرد بنایا ہے۔

آیئے ذیل میں ہم تکرار لفظی کے حوالے سے ان کے نظموں کا مطالعہ کرتے ہیں۔

تکراری الفاظ:

مدھم مدھم، بھیگی بھیگی، بھیگے بھیگے، پتہ پتہ، جی جی، کوچے کوچے، لحہ لحہ، ٹک ٹک، ہائے ہائے، کیسے کیسے، پل پل، جاتے جاتے وغیرہ۔

نظم

عنوان:I want him

میں نے اکثر وصل شبوں میں
مدھم اور تاریک فضا میں

تیری گرد آلود آنکھوں کو بھیگی پلکوں سے دیکھا ہے
کرتا ہے تو جب بھی باتیں ہر اک بات چھپا لیتا ہے
لہجہ مدھم کر لیتا ہے
کم کم کچھ احوال سنا کر مجھ کو حیراں کر دیتا ہے

مجھ کو یہ معلوم ہے ساجن
تو آ کاش کا ماہ کامل

میں ایک مدھم مدھم تارا
ٹوٹ کے اترا جو دھرتی پر
پھر بھی تیرے پاس آنے کی ایک امید ہے میرے دل میں!

حوالہ جات

ا. ڈاکٹر وزیر آغا اردو شاعری کا مزاج، مجلس ترقی ادب لاہور

۲۔ معظمہ نقوی، آخری بارش، پریس فار پیس پبلی کیشنز، سن اشاعت ۲۰۲۳، بک کور

۳۔ ایضاً، ص ۲۳، ۲۲

۴۔ ایضاً، ص ۲۱، ۲۲

۵۔ ایضاً، ص ۱۹

٦۔ ایضاً

معظمہ نقوی کی کتاب "نوائے نقوی" کا تجزیہ

معظمہ نقوی کی اس کتاب میں تحقیقی، تنقیدی اور ادبی مضامین اور کالم شامل ہیں۔ جو مختلف اخبار اور رسائل میں شائع ہو کر داد حاصل کر چکے ہیں۔ اس کتاب کو پڑھنے کے بعد ہمیں معظمہ نقوی کے نثر کا پتہ چلتا ہے۔ کہ انہوں نے کس طرح اپنی نثری تخلیقات میں مہارت سے کام کیا ہے۔ معظمہ نقوی بنیادی طور پر شاعرہ ہیں لیکن ان کے نثر پر بھی بہت اچھی گرفت ہے۔ انہوں نے اس کتاب میں مختلف موضوعات شخصیات اور ان کے کتب کو اپنی تحریر کا موضوع بنایا اور وہ اپنی اس کوشش میں کامیاب ہوئی ہیں۔ اب ہم آگے ان کے نثری کتاب "نوائے نقوی" میں موجود جو مضامین ہیں ان کا مختصر تبصرہ کرتے ہیں

ڈاکٹر خان محمد ساجد (ملتان) کی نقوی پر چند تاثرات:

ڈاکٹر خان محمد ساجد ملتان کے رہنے والے ہیں ان کو معظمہ نقوی کی کتاب نوائے نقوی پر تبصرہ کے لیے کہا گیا تو انہوں نے اس کتاب پر بہتر طریقے سے اپنی رائے دی ہے جو کہ قابلِ داد ہے۔ خان محمد ساجد کے مطابق اس نثری کتاب میں معظمہ نقوی نے اردو تنقید، اردو زبان کی تاریخ، نثر کا ارتقائی جائزہ اور سر سید احمد خان کا حسب و نسب، تصوف، حقیقی اور مصنوعی مضامین جیسے محبت قتل عمد، یوم عاشور، ادب کے مسائل کرونائی کا دور کا ادب اور کچھ شخصیت اور ان کی کتابوں پر تبصرے کیے ہیں۔ اور معظمہ نقوی نے اپنے تعارفی کلمات میں اپنے خاندانی پس منظر کو بیان کیا ہے۔ اور انہوں نے اپنے خاندان کے مورث اعلیٰ میں سے ان کے ننھیال اور اپنے دادا کے جد امجد کی تاریخ بتانے کی کوشش کی ہے۔ اور اس کے علاوہ معظمہ نقوی نے علامہ محمد اقبال کی تحریروں پر مثبت اور ٹھوس انداز میں تعریف کی ہے۔ اس کے بعد انہوں نے اس نسخے "کتاب" میں تنقید کا مثبت انداز اور طریقہ بتایا کیونکہ معظمہ نقوی نے بہت ساری کتابیں پڑھی ہوئی ہیں۔ اس لیے انہوں نے تنقید کا مثبت پہلو دکھایا ہے اور معظمہ نقوی نے اردو زبان کے تاریخ اور اردو نثر کی تاریخ پر گہری نظر ڈالی ہے۔ اس کے علاوہ معظمہ نقوی کی سر سید احمد خان کے حسب و نسب کے خاندانی پس منظر کو بیان کیا ہے۔ اور انہوں نے ایک موضوع "میں کیوں لکھتی ہوں" میں خود سے سوال کرتی ہیں اور خود ہی اس کا جواب دیتی ہیں کہ وہ خود کو ادب کے سمندر میں ضم کرنا چاہتی ہیں۔

ایک اور موضوع "کیا ہمارے معاشرے کو علم و دانش کی ضرورت ہے یا نہیں "تو اس حوالے سے معظمہ نقوی بھی کہتی ہیں کہ علم ادب کو مال و دولت کی طمع سے باہر نکل کر لکھیں اور اپنے لیے کچھ کریں۔ وہ بتاتی ہیں کہ مجھے ڈیرہ غازی خان کے ادبی ماحول کا زیادہ علم تو نہیں لیکن ملتان میں مجھے نور احمد غازی کے علاوہ ایک بھی ایسا مصنف نہیں ملا جو بغیر مال و دولت کے طمع سے کام کرے"

ایک اور موضوع جو کہ اس کتاب میں " قتل عمد " کے نام سے ہے جس میں وہ معاشرے کے مسائل کو بڑے دکھی انداز میں بیان کرتی ہیں۔ اور اپنے اس معاشرے کے حالات پر خون کے آنسوں روتی ہیں۔

اس کے علاوہ انہوں نے اس کتاب میں واقعہ کربلا کو بھی بیان کیا ہے۔ معظمہ نقوی نے اس موضوع پر بہت سی چشم کشا تحریر قارئین کے مطالعہ کے لیے چھوڑی ہے اور حقیقت کی طرف توجہ دلائی ہے۔

قتل حسین اصل میں مرگ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

اس کے علاوہ انہوں نے "سستی شہرت " کے عنوان سے حقیقت کی طرف اشارہ کیا کہ شعراء اور ادباء تخلیقی معیار پر توجہ نہیں دیتے بلکہ سستی شہرت کی طرف بھاگتے ہیں۔ اس کے علاوہ انہوں نے کرونا جیسی موزی بیماری میں معاشرے کے ساتھ ساتھ اہل علم و ادباء جنہوں نے لکھنا چھوڑ دیا ہے جس کی وجہ سے ادب کو بہت بڑا نقصان ہوا ہے۔ اور آخری باب میں معظمہ نقوی نے جنوبی پنجاب کے تخلیق کاروں کی تخلیقات پر تبصرہ کیا ہے۔ معظمہ کا اسلوب معروضی ہے وہ اپنی طرف سے بہت کم کہتی ہیں اور اپنے تاثرات تاثر کے سلسلے میں مصنف کی تحریر سے اپنی رائے قاری کے سامنے رکھتی ہیں۔

حسرت کا شاعر شفقت کاظمی:

سید فضل الحسن رضوی المعروف شفقت کاظمی جنوبی پنجاب کے شہر ڈیرہ غازی خان کے رہائشی تھے۔ آپ کے فن و شخصیت پہ اب تک چار ایم فل کے تیسرے ہو چکے ہیں آپ کو رئیس المغزلین پیشوا و جانشین مقرر کیا تھا۔ محسن نقوی جیسے شاعر ان کے شاگرد تھے۔

شفقت کاظمی ڈیرہ غازی خان کے نواہی علاقہ سے تعلق رکھنے والے ادیب وشاعر دلبر حسین اپنی کتابوں سے بھی سخنور (تذکرہ الشعرا ۲۰۰۸) میں آپ کی فکری وفنی کاوشوں کو اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔

آپ ۱۴ فروری ۱۹۱۴ کو ڈیرہ غازی خان شہر بلاک نمبر ۴۶ میں اپنے آبائی گھر میں پیدا ہوئے۔ آپ کا شجرہ اٹھویں امام علی الرضا سے ملتا ہے۔ آپ کی مادری زبان سرائیکی تھی۔ آپ نے پہلے سرائیکی زبان میں شاعری کی تھی۔ فنی زندگی کا آغاز ۱۸ سال کی عمر سے کیا۔ اس سلسلے میں ندیم جعفری معروف شہر ڈیرہ غازی خان کے تھے ان سے آپ نے مشورہ کیا تو انہوں نے آپ کو مشورہ دیا کہ اس حوالے سے حسرت موہانی سے رابطہ کریں۔ تو آپ نے حسرت موہانی سے رجوع کیا تو حضرت موہانی نے شاگرد بنانے سے انکار کر دیا پھر آپ نے کوشش جاری رکھی اور انہی کے زمین میں ایک غزل لکھ کر خط وخطابت کے ذریعے بھیجی تو وہ حیران ہو گئے اور فوراً اپنا شاگرد و جان نشین مقرر کر دیا۔ اور اس غزل کو اپنے پرچہ "اردو معلی" میں نہ صرف شائع کیا بلکہ آپ کے نام کے ساتھ شاگرد و جانشین حسرت موہانی لکھا۔ آپ نے اپنے ہر کلام کے دیوان کو حسرت کے نام پہ رکھا اور خود کو خاک پائے حسرت کہلوا کر والہانہ عقیدت کا اظہار کیا۔ شفقت کاظمی نے غزل کی عروج کے دور میں قلم اٹھایا تھا آپ کو امام المتغزلین کہتے ہیں۔ تحقیق کے مطابق ان کی شریکِ سفر ان سے جلد بچھڑ گئی اس لیے انہوں نے اپنے کرب کو عشق حقیقی میں ملا یا۔

ایک شعر ملاحظہ ہو:

نہ رہا اس سے واسطہ شفقت
سلسلہ ختم ہے کہانی کا

آپ نے اپنی شاعری آسان بحر اور شائستہ زبان میں کی۔ اہل بیت کی محبت میں سلام و منقبت کا زخیم ذخیرہ موجود تھا۔ آپ کی مجازی شاعری میں نظم موسیقیت معنی آفرینی جدت، تشبیہات و اثرات کا حسین امتزاج ملتا ہے اپ اپنے وطن سے سچی محبت کرتے تھے۔

اے ارضِ وطن کے پاسبانو

بے باک و دلیر جوانو

آپ کی کتب کی تفصیل و اشاعت پہلی کتاب حسرت کدہ "۱۹۵۷ میں مظفر گڑھ سے اور "نغمہ حسرت "۱۹۵۹ مظفر گڑھ سے اور "داغ حسرت "۱۹۷۰ کو لاہور سے اخری مجموعہ کلام "زخم حسرت "۱۹۸۸ میں اپ کے فرزند سید نجیب الحسن رضوی نے ملتان سے شائع کروائی۔

آپ کا کلام بھارت کے ایم اے کے نصاب میں پڑھایا جاتا ہے۔

آپ شدید شوگر کے مرض میں مبتلا ہونے کے باعث ۱۲ مارچ ۱۹۷۵ جامعہ جل نوش فرما کر اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ آج بھی آپ کے مزار پر کوئی زائر جائے تو آپ کے کتبے پہ لکھے آپ کے لفظ اس کے آنکھیں نم کر دیتی ہیں۔

آپ آئیں تو سہی گورِ غریباں کی طرف

بے کسی بڑھ کے بتا دے گی ٹھکانہ میرا

اقبال اور تعلیم:

اقبال ایک ایسے عقلمند شاعر ہیں جن کے ہاں نظام فکر موجود ہے اگر ہم ان کے کلام کا مطالعہ کریں تو ہمیں ان کے کلام میں قران مجید کی تعلیمات کا اثر اور بہت ساری فلاسفر اور بڑے سوچ والوں کے ذہنی روابط نے اقبال کے افکار میں گہرا اثر چھوڑا چھوڑ دیا ہے۔ اقبال کے کلام میں فلسفہ خودی کا نمایاں اثر موجود ہے۔ ہماری امت کا سب سے بڑا وصف تعلیم یہی ہے کہ ہماری وہ تعلیم جو ہمیں ختم

الرسول اور خالق کائنات کی قدرت کے اعتراف پر ختم ہوتی ہو جو ہمیں اپنے خالق کا شعور عطا کرے اقبال نے کئی تعلیمی اداروں سے تعلیمات حاصل کی اپ مغرب سے مرعوب نہیں تھے۔ بلکہ آپ ہمیشہ مغرب کو دعوت دیتے تھے کہ وہ مشرق سے فیض حاصل کریں۔ ۱۸۹۹ کو فلسفہ کے مضمون میں ڈگری حاصل کی اور اس کے بعد گورنمنٹ کالج لاہور میں جون ۱۹۰۳ سے ۱۹۰۵ تک فلسفہ اور انگریزی ادبیات کے استاد کی حیثیت سے اپنی تعلیمی قابلیت کو منوایا۔ ۱۸۹۹ سے ان کے تعلیمی مراحل کا پہلا دور تھا۔ اس دور میں انہوں نے پہلی کتاب "علم الاقتصاد" اور رسالے اور مضامین لکھے۔ اقبال کے تعلیمی تصورات کا دوسرا دور ۱۹۰۵ سے شروع ہوتا ہے اور ۱۹۱۴ تک جا پہنچتا ہے اس دور میں دو تین برس یورپ میں متنوع تعلیم میں گزارے ہیں۔

تعلیمی تصورات کا تیسرا دور ۱۹۱۴ سے لے کر ۱۹۲۲ تک ہے. یہ دور اسرار خودی کی اشاعت سے شروع ہوتا ہے۔ اس دور میں خودی اور بے خودی کے تصورات چھائے ہوتے ہیں۔ چوتھا اور آخری دور ۱۹۲۲ سے ۱۹۳۸ یعنی ان کی وفات تک جاری رہا۔ اس دور میں اقبال نے مسلمانوں کی ثقافتی سرمائے کی تعمیر نو اور دینی افکار کی تعمیر نو پر زور دیا ہے۔ اس دور میں انہوں نے نوجوانوں کی تعلیم کے ساتھ ساتھ تعلیم نسواں پر زور دیا ہے۔

اردو زبان تاریخ کے آئینے میں:

اردو زبان کے آغاز و ارتقاء کے بارے میں بہت ساری کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ اردو زبان کی تشکیل یا ماہیت کے عناصر کے وجوہات برصغیر میں مسلم اور غیر مسلم اقوام کی آمد اور مقامی بولیوں اور ثقافت کے اثرات شامل ہیں۔ یہ بات لازمی ہے کہ کسی بھی قوم کو زندہ رہنے کے لیے زبان کا زندہ رہنا لازمی ہوتا ہے۔

چار ہزار برس قبل آریہ وسطی یورپ سے آئے اور پنجاب میں داخل ہوئے تو انہوں نے شمالی ہند کو خالی کرایا دراوڑوں نے جنوب کا سفر کیا اور کچھ بلوچستان میں جا بسے تھے دیگر اقوام کی مانند مسلمان ہندوستان میں شمال مغرب اور جنوب کی طرف سے حملہ اور ہوئے۔ مسلمانوں کی آمد سے دو زبانیں فارسی اور عربی ساتھ آئی اور مغلوں کی آمد سے ترکی زبان کا بھی اضافہ ہو گیا۔ اس سے پہلے ہندوستان میں کئی بولیاں تھیں اور مسلمانوں کی ان زبانوں کی آمد سے اور ان تمام زبانوں کے تال میل سے جو "حلیم" تیار ہوئی اسے

"اردو" کا نام دیا گیا۔ کچھ ماہرین کے نزدیک اردو زبان کے آغاز کو بہت قدیم یعنی کسی مخصوص علاقے سے وابستہ کرر کھا تھا اس طرح تین نظریات ہیں۔

پنجاب میں اردو

دکن میں اردو

سندھ میں اردو

یہ نظریات اردو لسانیات میں خصوصیت کے حامل ہیں۔ کسی بھی زبان کے آغاز تشکیل وارتقاء کے بارے میں یہ رائے ہے کہ زبان خلا میں تشکیل نہیں پاتی انسانی معاشرہ اسے پیدا کرتی ہے اور معاشرے کے ساتھ یہ پھلتی پھولتی ہے۔

سر سید احمد خان کیا سید تھے:

سید احمد خان نام اور سر خطاب تھا ۱۷ اکتوبر ۱۸۱۷ کو دہلی میں پیدا ہوئے ان کا سلسلہ نسب نویں امام محمد تقی تک پہنچتا ہے۔

سر سید کے ننھیال کا تعلق میر درد کے خاندان سے تھا ان کے نانا خواجہ فرید الدین احمد، خواجہ محمد یوسف ہمدانی کی اولاد میں سے تھے۔ غرض ددھیال اور ننھیال دونوں طرف سے سر سید نجیب الطرفین اور خاندانی تھے۔ سر سید کا سلسلہ نسب آخری امام محمد تقی ابن موسی سے ہیں۔ اسی لیے وہ تقوی سید کہلاتے تھے۔ اس زمانے میں بنی امیہ اور بنو عباس کے ظلم و ستم سے عرب اور عراق میں رہنا مشکل ہو گیا تھا اس لیے اکثر سادات کے خاندان اپنے وطن کو چھوڑ کر دور دور دراز ملکوں میں جا رہے تھے اسی وجہ سے اس مشکل دور میں سر سید کے اجداد بھی ایران میں . آبسے تھے۔ اور ان کے بزرگ ہندوستان میں شاہجہان کے دور میں آے۔ اور اسی وقت سے لے کر اکبر شاہ ثانی کے زمانے تک سلسلہ عالیہ کے ساتھ برابر تعلق رہا ہے

کرونائی دور اور ادب:

دنیا میں بے شمار مخلوقات زندگی گزار رہے ہیں۔ اور سب میں سے اعلیٰ مقام انسان کو حاصل ہے۔ **۲۰۱۹** میں ایک موزی مرض کرونا وائرس نامی بیماری سے پہلا شخص چین میں متاثر ہوا۔ دیکھتے ہی دیکھتے یہ مرض پوری دنیا میں جنگل میں آگ کی طرح پھیل گیا۔ اس مرض کی شدت اڑھائی برس تک رہی۔ اس سے پوری دنیا کی معاشعیت اور تعلیم میں نظام کو بہت بڑا نقصان ہوا۔ ان نقصان کے ساتھ اس وبا نے ادب پر بھی گہرے اثرات چھوڑے ہیں۔ تحقیق کے مطابق انیس لفظ متعارف ہوئے۔ ان میں کرونا قرنطینہ، لاک ڈاؤن، سینٹائزر وغیرہ۔ اس کے ساتھ ساتھ ادیب جو کہ گھر تک محدود ہو گئے۔ انہوں نے ان حالات حاضرہ کو بڑی گہرائی کے ساتھ اپنی تحریروں میں بیان کیا ہے۔ اس کے علاوہ اس موزی مرض نے کئی ادبی ہیرے ہم سے چھین لیے جو کہ ناقابل تلافی نقصان ہے مگر دنیا کارواں ہے اور یہ قدرت کا قانون ہے جو چل رہا ہے

گوش بر آواز:

مشتاق در بھنگوی کی بہت ساری کاوش اور محنت سے شعر واشعار کی ڈائریکٹری ''گوش بر آواز'' کے نام سے مرتب کی ہے۔ بھارت کے شہر کلکتہ سے تعلق رکھنے والا مشتاق در بھنگوی ایک اعلیٰ درجے کا محقق، تنقید نگار ہے۔

''گوش بر آواز'' کو حروف تہجی کے انداز سے ترتیب دے کر دس جلدوں میں شائع کیا گیا۔ اردو ادب کے لیے یہ ایک بہت بڑا تحفہ ہے۔ کیونکہ اس کو انٹرنیٹ پہ ''ریختہ'' پر بھی محفوظ کیا گیا ہے۔ تاکہ اہل علم اور ذوق رکھنے والے اس سے استفادہ ہوں۔

''پہلا چہرہ'' کے خالق:

انہیں شاعر و سخن شناس شخصیت پر قلم اٹھا کے لکھنے کی کوشش کر رہی ہوں۔ جو میرے لیے میرے والد کی طرح بزرگ اور قابل عزت ہیں۔ قربان صاحب اپنے نام کی طرح ان کی شخصیت اور کلام بھی سادہ ہے۔ یہ بہت ہی بڑے نامور شاعر ہیں۔ ''پہلا چہرہ'' کا نمائندہ شعر ملاحظہ ہو۔

یوں تو دنیا میں دیکھے ہیں لاکھوں چہرے
یہ " پہلا چہرہ " ہے جو دلربا سا لگتا ہے

یہ مجموعہ قربان صاحب کی شاعری کی پہلی کوشش ہے۔جو کہ ۱۴۴صفحات پر مشتمل ہے۔اس میں مختلف قسم کے موضوع پر قلم فرسائی کی گئی ہے۔ہر دوسرے صفحے پر ایک نیا موضوع ایک نئی بات نظر آتی ہے۔

خیالی کے حقائق:

معتبر ادیب شاعر اور علمی و ادبی حلقوں میں خاص مقام رکھنے والا جسارت خیالی کا تعلق لیہ کی سرزمین سے ہے۔چند دنوں پہلے آپ کا شعری نسخہ "غالب کے نقش قدم پر"منظر عام پر آیا ہے۔۱۱۲صفحات کی یہ کوشش اردو ادب کے لیے ایک خاص مقام رکھتی ہے۔ اس شعری مجموعہ سے آپ کے مکمل شعر واقعی میں غالب کی طرح اس کے نقش قدم پر چلنے کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

مثال ملاحظہ فرمائیں:

راشقی صبر طلب ، اور تمنا بیتاب
دل کا کیا رنگ کروں خونِ جگر ہونے تک
(مرزا غالب)

اشک روکو نہ ندامت کے اثر ہونے تک
داغ دامن کے ہی ڈھل جائیں گے سحر ہونے تک
(خیالی)

خیالی کے ایسے کئی شعر جو غالب کی طرح خوبصورت الفاظ کی صورت میں ملتے ہیں۔

نثری ہائیکو کی پہلی شاعرہ:

انیلا طالب کا نام ان کم عمر لکھاریوں میں سے ہوتا ہے۔ جنہوں نے اردو ادب کے لیے بہت بڑا کارنامہ پیش کیا ہے۔ سادات اور علمی و ادبی گھرانے سے ان میں تصوف کا گہرا رنگ نظر آتا ہے۔ ان کی شاعری عشق مجازی سے ناواقف نظر آتی ہے۔ آپ کی شاعری میں محبت الٰہی و محبوب الٰہی، ذکر و ثنا، اور پنجتن پاک ان کے موضوع رہے ہیں۔ ان کا پہلا مجموعہ "چھولو آسمان" نثری مجموعہ ہائیکو ۹۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس مجموعہ میں "طالبِ عشق" کے عنوان سے آپ کی محسنہ محترمہ نزاہت اصغر اپنے اظہار خیال میں کہتی ہے کہ:

"انیلا طالب نوجوان خواتین شعراء میں ایک قابل غور اور قابل فخر اور دلکش اضافہ ہیں۔ آپ کی شاعری میں فلسفہ، عشق حقیقی، اور جدت نظر آتی ہے۔ آپ نے نہ صرف شاعری کی ہے جب کہ آپ افسانہ نگار ہیں۔ ادبی رسائل اور جرائد اس چیز کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ آپ کی ٹوٹل پانچ کتابیں منظر عام پر آئیں۔ جس سے آپ کو علمی و ادبی تنظیموں کی طرف سے کئی ادبی ایوارڈ دیے گئے ہیں۔"
چھولو آسمان "کو پہلا نثری ہائیکو مجموعہ قرار دیا گیا ہے۔

نظم آراستہ اور گل بخشانوی:

گل بخشانوی کا نام اردو ادب کے لیے ایک نمایاں نام ہے۔ آپ کی مادری زبان پشتو ہے۔ لیکن اردو ادب سے آپ کی والہانہ محبت ہے۔ آپ کی اردو ادب میں کئی تصانیف اور تالیف کیے گئے مجموعہ اردو ادب کے لیے ایک بہت بڑا تحفہ ہیں۔ "نظم آراستہ "۲۰۱۹ میں شائع ہوئی۔ اس میں شامل شعراء کے کلام کو حروف تہجی سے ترتیب دیا گیا۔

کلام میں سے مثال ملاحظہ فرمائیں:

ادب دوستی ہے ادب کی بہاریں
زبانوں میں اپنی زبان کو نکھاریں
قلم قافلہ میں محبت قلم سے
چلو اردو کی زلفیں سنواریں

یہ روشن خیالی انہیں باقی شعراء سے ممتاز کرتی ہیں۔

دلبر مولائی ایک نظر میں:

دلبر مولائی کا نام اردو اور سرائکی زبان کی شاعری میں ایک اہم نام ہے آپ کے اردو اور سرائیکی کی زبان میں تقریبا ۱۵ نسخے منظر عام پر آچکے ہیں آپ کے کلام تحقیق و تنقید، سفر نامے، شاعری اور انشائیہ موجود ہے۔ آپ دنیاوی اور دینی کام دونوں کو انکساری سے سرانجام دیتے ہیں۔

آپ کی ایک نئی کاوش "دعائے کمل" کا سرائکی زبان میں کیا ہے۔ اور پیام مومن کے نام سے اردو شاعری کے مجموعہ کے نام سے منظر عام پر آیا ہے۔ جس میں آپ نے اپنی حقیقی محبت وعقیدت اور محبت اہل بیت کا ذکر کیا ہے۔

خدا یا ہو کرم پنجتن پاک دا صدقہ
ایں قوم دی جھولی غم شبیر تو بھر ڈے

پیام مومن ۱۲۸ اصفحات پر مشتمل ہے۔ آپ کی شاعری میں حمد و نعت، منقبت، قصیدہ اور سہرا وغیرہ شامل ہیں۔ ان تمام اصناف میں آپ نے اپنے فنی مہارت کو منظر عام پر لایا ہے۔ آپ کی شاعری میں جدت کا عنصر بھی پایا جاتا ہے۔ اور اس کے علاوہ وطن سے محبت بھی دکھائی دیتی ہے۔

کھوار شاعری کا شیریں شاعر:

رحمت عزیز چترالی اردو ادب کے ایک قابل فخر اور مایاناز نام ہے۔ آپ ایک شاعر، محقق اور مترجم ہیں۔ آپ نے کھواری زبان میں نعتیہ شاعری کو اردو زبان میں ترجمہ کیا ہے۔ آپ درجن سے زائد کتب کے مصنف ہیں۔ آپ نے بہت ساری کتابوں کا ترجمہ کیا ہے۔ آپ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی مدحت اور قصیدہ خواں کی صورت میں پیش کیا۔ آپ کو یہ شرف حاصل ہے آپ نے اپنے قاری کو یہ تحفہ کی صورت میں ترجمہ پیش کیا ہے۔

اولیاء کے شہر کا باسی:

قیصر عمران اردو شاعری میں مرثیہ نگاری کی وجہ سے جانے جاتے ہیں۔ آپ کے کلام میں عشق مجازی کے ساتھ ساتھ عشق حقیقی کا عنصر بھی پایا جاتا ہے۔ آپ کے عشق حقیقی میں وہ محبت کا عنصر اللہ تعالی کے بعد آقائے دو جہاں سے ہے۔ آپ کا نام اردو ادب میں کالم نگار، نثر نگار اور نظامت کی وجہ سے بھی مشہور ہے۔ آپ کی ان خوبیوں کی وجہ سے آپ کو کئی ملکی سطح پر کئی ایوارڈ سے بھی نوازا جا چکا ہے۔

کربلائی شاعر:

ارشاد ڈیروی کا تعارف سرائیکی مرثیہ کے استاد الشعراء کے نام سے ہوتا ہے۔ آپ سادہ طبیعت کے مالک ہیں۔ آپ کی شاعری میں حمد و نعت، بند، قطعہ، سہرا، نوحہ، نظم، مسدس اور منقبت شامل ہیں۔ آپ کی ان خوبیوں کی وجہ سے آپ کو گولڈ میڈل سے نوازا گیا

ہے۔ مرثیہ نگاری میں پہلے بہت کام ہو چکا ہے لیکن عصر حاضر میں ارشاد ڈیروی کو مرزا دبیر کہنا بے جا نہیں ہو گا۔ آپ کی شاعری میں کئی موضوعات موجود ہیں۔ آپ کی شخصیت اور فن پہ اگر تحقیق کیا جائے تو ایک مکمل دیوان تخلیق ہو سکتا ہے۔

صاحب اسلوب شاعر اعظم سہیل ہارون:

اعظم سہیل ہارون کا اردو ادب میں ایک نمایاں نام ہے۔ ہر فرد اپنی کئی خوبیوں کی وجہ سے مشہور ہوتا ہے۔ آپ صرف ادبی دنیا سے وابستہ نہیں بلکہ سماجی و عوامی حلقوں میں آپ کا نمایاں نام ہے۔ آپ کا تعلق حاصل پور کے نواحی گاؤں چک نمبر 87 سے ہے۔ ان کا پیشہ وکالت ہے۔ ان کی کئی خدمات اردو ادب میں موجود ہیں۔ ان کی تخلیقات میں سے "ایک دریا ہے میری آنکھوں میں""محبت درد کا حاصل، لمحہ لمحہ قرار ہے صاحب"شعری مجموعہ ہے۔

اور نور کا جلوہ اور مدحت آقا کے پھول یہ دو نعتیہ کلام کا مجموعہ ہیں۔ انہوں نے اردو ادب کی ہر صنف میں تقریباً طبع آزمائی کی ہے اور ان میں نمایاں نام کمایا ہے۔ اور بے شمار اعزازات اور ایوارڈ سے نوازے بھی گئے ہیں۔ ان کا شعری مجموعہ "لمحہ لمحہ قرار ہے صاحب" ان کے ایک ہی بحر اور ایک ہی ردیف میں غزلیات کا مجموعہ ہے۔ انہوں نے اپنے محبوب کو صاحب سے تشبیہہ دی ہے۔

کچھ پہ کچھ غور کیجیے صاحب
درد و غم اب نہ دیجیے صاحب

سید مبارک علی شمسی کا ادبی سفر:

سید مبارک علی شمسی اردو ادب کے ایک ممتاز کے نام کے طور پر سامنے آتے ہیں۔ آپ کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ آپ اردو ادب کے ستاروں کے جھرمٹ میں سے ایک درخشاں ستارہ ہیں۔ صحافت اور حکمت کی خدمات سے ہر فرد آشنا ہے۔ آپ نے نثر میں مضامین نویسی، کالم نگاری میں طبع آزمائی کی ہے۔ اور شاعری میں حمد و نعت، سلام، مرثیہ، رباعی، کافی، منقبت، نظم، غزل اور دیگر صنف سخن میں طبع آزمائی کی ہے۔

اپنے خیالات اور جذبات کو منفرد انداز میں بیان کرنا بھی کتھارسس کہلاتا ہے۔ تاہم ایک شاعر ہی اپنے رنگ بیان میں لفظوں کو کتھارسس بناتا ہے۔ صرف خیال اور تحریر ہی ہنر نہیں بلکہ اس خیال کو لفظوں میں پرونا بھی ایک ہنر ہے۔ سید مبارک علی شمسی اس ہنر کے ذریعے ہر صنف میں طبع آزمائی کی ہے۔ "چلویوں ہی سہی" آپ کی غزلیات کا مجموعہ ہے۔ اس میں تمام فکری موضوعات کا احاطہ کیا ہے۔ ہر غزل کا شعر ایک ایک معنی رکھتا ہے۔

قربان حسین کی مجبوریاں:

قربان حسین ایک پختہ قلم کار کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں۔ آپ کا منفرد اسلوب و بیان آپ کو دوسرے شعراء سے ممتاز کرتا ہے۔ آپ نے شہرت کی غرض سے نہیں بلکہ اپنے خیالات اور لفظوں کو خوبصورتی کے ساتھ بیان کرنے میں زور لگایا ہے۔ آپ کے کلام کو وہ شہرت نہیں ملی جو آپ کو ملنی چاہیے تھی۔ آپ کے کلام میں پختگی، علمی و فہمی، مشاہداتی فکر آپ کو دوسرے شعراء سے ممتاز کرتی ہے۔ آپ کے کلام میں اہل بیت اظہار سے محبت کی بنا پر آپ نے اپنا تخلیق "حسین" رکھا۔ آپ کی محبت کی نسبت سے ایک شعر ملاحظہ ہو:

اے اجنبی تو کون ہے تو کیسے آیا ہے
میں کربلا ہوں سوچ لے تو مارا جائے گا

"مجبوریاں" آپ کا شعری مجموعہ ہے۔ جو کہ ۱۶۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں کئی صنف پر کام کیا گیا ہے۔ ادب سے محبت کرنے والوں کے لئے یہ ایک انمول تحفہ ہے۔

رقت آمیز لہجے کا شاعر:

طیار مہدی کا نام اردو اور سرائیکی ادب میں مشہور نام ہے۔ آپ کی بہت ساری کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ آپ بنیادی طور پر اردو اور سرائیکی زبان کے نظم اور غزل کے شاعر ہیں۔ آپ کی شاعری میں کمال کی منظر کشی کی گئی ہے۔ آپ کی شاعری کو پڑھتے وقت قاری

سحر انگیز حالت میں چلا جاتا ہے۔ کچھ دن پہلے آپ کی ایک کتاب "مر گئیں آنکھیں" منظر عام پر آئی ہے. جسے پڑھ کر ان کے پختہ شاعر ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ ان کا یہی اسلوب اور انداز انہیں باقی شعرا سے ممتاز کرتا ہے۔ آپ کی شاعری میں عصر حاضر کی نسل نو کے لیے اچھوتے مضامین بھی شامل ہیں۔ اور اسلوب سہل ممتنع کی اعلیٰ مثال ہیں۔ اس حوالے سے ایک نظم ملاحظہ ہو۔

خواب

میرے سر دبت پہ

دہکتے ہوئے

تیرے ہونٹوں کی گرفت

نے

ایسا کمال کر دیا

مجھے لازوال کر دیا

انیلا طالب اور رَریم:

انیلا طالب کم عمری میں ہی اپنا کمال کا رنگ دکھا گئی ہے۔ انیلا طالب منفرد لب و لہجہ کی پہلی نثری ہائیکو شاعرہ اور بے شمار سادگی کی مصنفہ اور زندہ ہیروز کو ان کی ہی زندگی میں داد دیتے ہوئے نظر آتی ہیں۔ آپ اپنے قلم کے ذریعے اچھوتے مضامین کو تراش کر اپنے ملک و قوم کا نام روشن کیا ہے۔ آپ کی طبیعت میں عاجزی و انکساری ہے۔ کیونکہ آپ مولانا رومی کے پیروی کرنے والوں میں سے تھے۔ انیلا طالب کے کلام میں عشق حقیقی کا عنصر بھی پایا جاتا ہے۔ عشق حقیقی ہی ابدی حیات ہے۔ جو آپ کا موضوع خاص ہوتا ہے۔ آپ نے اپنی شاعری کے ذریعے آج کے مردہ ماحول کو جنجھوڑنے کا کام کیا ہے۔ "**کریم**" ساحل کو بھی مصنفہ نے اسی روحانی الاؤ میں لکھا ہے۔ اس میں ایک لڑکی کی کہانی موجود ہے۔ جو اپنے رب سے والہانہ عشق کرتی ہے۔ اور اس کے علاوہ اس تک پہنچنے

کے لیے مشکلات اور دشوار راستوں کا بھی پتہ چلتا ہے۔اور ان سے مقابلہ کر کے اس حد تک پہنچنے کا کام بھی دلیری سے کرتی ہے۔ان کا اصل مقصد آج کل کی نوجوان نسل کو جھنجوڑنے کا کام تھا کہ وہ دنیاوی لذتوں کو چھوڑ کر اپنے اصل وجہ تخلیق کو سمجھیں اور اپنے رب کی محبت کو حاصل کریں۔

آبِ زم زم:

بھارت کے شہر کلکتہ سے تعلق رکھنے والے مشتاق در بھنگوی جو کہ ایک معروف مشہور نام ہیں۔ان کے اردو ادب میں پہلے سے ایک تحفہ "**گوش بر آواز**" کے بعد ایک اور تحفہ "آبِ زم زم" جو کہ ایک خوبصورت منفرد تالیف شاعری کا مجموعہ ہے دان کر دی ہے۔ اس کتاب میں آپ کی دین سے محبت وعقیدت کی دلیل موجود ہے جو کہ عقیدت مندوں کے لیے ایک نایاب تحفہ ہے اس کتاب کے رہنے ذریعے ان کی عقیدت اور اردو زبان سے محبت وابستگی کی ایک مضبوط دلیل ہے۔

شہر مراد:

تھے کتاب زندگی پر نام دونوں کے لکھے
بن گیا وہ داستاں میں داستاں کا اقتباس

شفیق مراد صاحب کا نام اردو ادب میں ایک مشہور و معروف نام ہے۔ آپ اپنے نام کی طرح شفیق اور زندگی کا ہر لمحہ ادب کے نام سے مراد کر لیا ہے۔ آپ نے اپنی آدھی سے زیادہ عمر یورپ میں گزارنے کے باوجود آپ کی خدمات اردو ادب کے لیے بہت ہی اعلی مقام رکھتی ہیں۔ آج کل کے شعراء کے ہاں زیادہ تر صرف قافیہ اور ردیف کی پیمائی ملتی ہے۔ بلکہ آپ کے کلام میں کلاسکیت کے ساتھ نئے نئے موضوعات کو اپنی شاعری میں جگہ دیا ہے۔ "شریف اکیڈمی جرمنی" کا اجراء بھی اس نقطہ نظر کہ تحت کیا گیا ہے۔ آپ کی کتاب کا ابتدائی شعر پڑھ کر ہی قاری چونک جاتا ہے۔ اور ذاتی طور پر مصنفہ کو کتاب کے عنوان نے متاثر کیا ہے۔

کلام میں سے مثال ملاحظہ فرمائیں

میں اپنی ذات میں اک کائنات رکھتا ہوں
میں بے ثبات ہوں لیکن ثبات رکھتا ہوں

فکرِ معاش عشق بُتا سے گزر گیا
دل سے گزرنا تھا مجھے جاں سے گزر گیا
آنکھ پر نم ہے اور لب خاموش
بات کوئی تو یاد رہتی ہے

آدمی کو جب شعورِ اگاہی آ جائے گا
ظلمتیں مٹ جائیں گی ایک نور سا چھا جائے گا

یہ کتاب ۱۴۴ اصفحات پر مشتمل ہے اس کا انتسا ابات انہوں نے اپنے رفیقہ حیات کے نام منسوب کیا جو اپ کی زندگی کے سفر میں بہت جلد جدا ہو گئیں یہ نسخہ شائقین کے لیے ایک انمول تحفہ ہے۔

مرشدماھم پر ایک طائرانہ نظر:

عظیم دانشور اور درویش شاعر محمد یعقوب فردوسی امیر بادشاہ کا نام اردو ادب میں بہت معروف نام ہے۔ آپ کی کتاب "مرشد ماھم "۶۷ اصفحات پر مشتمل ہے فردوسی صاحب کو پوری دنیا میں نعتیہ ماہیا نگاری کا ضخیم کتاب لکھنے کا اعزاز بھی حاصل ہے۔ جن میں "**ورفعنا لک زکرک**""**کن فیکون**" کے نام بھی شامل ہیں جن کی طوالت دو ہزار صفحات سے بھی زیادہ ہے۔ مرشدِ ماھم ان کی تازہ ترین تخلیق ہے۔ اسے انہوں نے اپنے مرشد و روحانی پیشوا معروف شاعر، ادیب، سینیئر صحافی اور سینیئر کالم نگار اور روحانی سکالر مخدوم سید مبارک علی شمسی کی محبت میں مرتب کر کے ان سے محبت کے ایک نئی مثال قائم کر دی ہے۔ یعقوب فردوسی کی

مذکورہ کتاب پڑھ کر اندازہ ہو جاتا ہے کہ وہ کس طرح درویش اور قلندرانہ طبیعت کے مالک ہیں اور انہیں کس طرح تصوف سے لگاو ہے۔ انہیں مرشدماھم سید مبارک علی شمسی سے والہانہ محبت ہے اس لیے انہوں نے اپنے کلام میں کہا کہ

بھاگاں والی جمیاں ہے
مبارک شمسی نوں
اساں مرشد منیا ہے

ایک اور جگہ پر کہتے ہیں کہ

ایہہ پیار کہانی ہے
مبارک شاہ شمسی
ساڈا دلبر جانی ہے

فصل آرزو:

فرزانہ فرحت اردو ادب کے مشہور و معروف شعراء میں سے ہیں۔ اردو ادب میں آپ کے نام سے بھی آپ جانے جاتے ہیں۔ لیکن ان کی مکمل آشنائی فصلِ آرزو ملنے کے بعد ہوئی۔ یہ آپ کا چوتھا شاہکار مجموعہ کلام ہے۔ فرزانہ فرحت کی شخصیت و فن کو جانچنے کے لیے ان کا کلام ہی مکمل دلیل ہے۔

عجیب دل کر رہا تھا معاملہ فرحت
میں دل کے شور شرابوں میں گم رہی برسوں

وہ بھی اپنا نہیں رہا شاید
میں جسے مانگتی تھی سجدے میں

فرزانہ فرحت کے لب ولہجہ میں نہ محبوب کی روایتی بے وفائی کا ذکر ملتا ہے۔نہ دنیافانی سے مایوسی ملتی ہے۔بلکہ اس کے مدھم میں سلگتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔

لفظ لفظ حقیقت:

رابعہ شاہین کا تعلق ننکانہ صاحب سے ہے۔جو کہ بابا گرونانک دیو جی کی نگری سے جانا جاتا ہے۔رابعہ شاہین معاشرتی حقائق کو اپنے قلم کے ذریعے پیش کرنے کا ہنر بخوبی جانتی ہیں۔آپ اپنے انداز سے قاری کے ذہن اور دل پر سحر قائم رکھنے کا ہنر رکھتے ہیں۔آپ کی پہلی کتاب "لفظ لفظ حقیقت" جو کہ ایک بارہ کہانیوں پر مشتمل ہے۔پہلے بھی ذکر کر چکی ہوں کہ انہوں نے اپنی شاعری میں معاشرتی حقائق کو بڑی دلیری کے ساتھ بیان کیا ہے۔ان منفی پہلوں کو رابعہ شاہین نے مثبت انداز میں نشاندہی کرا کر ایک بڑا کارنامہ پیش کیا ہے۔

ادب نواز شخصیت:

مسلسل نے اس عنوان سے ایک ایسی شخصیت کا تعارف کرانے کی کوشش کی ہے۔جو کہ اردو اور سرائیکی زبان میں ایک اعلی مقام رکھتے ہیں۔اس شاعر و محقق ونثر نگار کا نام پروفیسر جاوید گل گشکوری ہے۔آپ کا تعلق جی جی خان کہ نواہی علاقے محمد پور سے ہے لیکن عرصہ دراز سے ڈیرہ غازی خان شہر میں مکمل سکونت اختیار کی ہوئی ہے۔آپ نرم مزاج طبیعت کے مالک ہیں۔شیری تصنیف میں آپ کی کتاب "خواب ادھورے رہ گئے ہیں" زیر طباعت ہے۔آپ نے حمد، نعت، غزل، نظم، ہائیکو، قطعہ، رباعی وغیرہ میں طبع آزمائی کی ہے۔اپ کی شاعری میں دو تخلص ملتے ہیں جاوید اور گل۔آپ کے تخلیقات پر بہت سارے اداروں میں سے طالب علم کام کر رہے ہیں۔کلام میں سے کچھ اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

گزرا ہوں کیسے ضبط کے موسم سے کیا کہوں
پا کر بھی تجھ کو جان جاں کھونا پڑا بہت

کبھی تجھے جس کی چاندنی پہ تھا ناز جاوید
لو دھوپ بن کر فضا میں لہرا وہ چاند چہرہ

زاہد اقبال بھیل کی ادبی خدمات:

زاہد اقبال بھیل ننکانہ صاحب شہر سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ بھیل انٹرنیشنل لائبریری کہ بانی کے طور پر بھی جانے جاتے ہیں۔ آپ نے "بھیل ادبی سنگت" کی بنیاد رکھنے کے بعد اپنی تمام کوشش اور محنت ادب کے لیے وقف کر دی ہے۔ اس ادبی لائبریری میں نہ صرف ملکی سطح سے شاعر حضرات شرکت کرتے ہیں بلکہ غیر ملکی شعراء کی کثیر تعداد بھی اس لائبریری میں شرکت کرتے ہیں۔

زہد اقبال ایک محقق کی صورت میں منظر عام پر آئے ہیں۔ ان کی اس کوشش سے انہوں نے بہت ساری تخلیقات پیش کی ہیں جو کہ تخلیق کی دنیا میں طالب علموں کے لیے مشغلِ راہ ثابت ہو گا۔ ان کے کارنامے ان کے شخصیت کا احاطہ کرتے ہیں۔

باب چہارم

مجموعی جائزہ

مجموعی جائزہ

کسی بھی شخصیت کے فن پاروں کا تفصیلی جائزہ لینے کے لیے ضروری ہے کہ اس کی شخصیت کے پہلوؤں کا جائزہ لیا جائے پھر اس کے فن پاروں کا تفصیلی مطالعہ کرنے کے بعد اس کا مقام متعین کیا جائے۔ یہ انسان کی فطرت ہے کہ وہ کسی بھی شے کو مستقل تیار نہیں کر سکتا۔ اس کی بے چین طبیعت ہر لمحہ اسے رنگارنگ کاموں پر اکساتی ہے۔ انسان کا مقصد تخلیق تسخیر کائنات ہے. اور خوب سے خوب تر کی جستجو کا مادہ انسان میں نہ ہو تو اس کی ساری کامیابیاں خواب بن کر رہ جاتی ہیں۔

اس مقالے کو چار ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے جس کا پہلا باب معظم نقوی کی سوانح حیات اور تاریخی پس منظر اور اس کی جدِ امجد پر بات کی گئی ہے۔ اور دوسرا باب جس میں معظمہ نقوی کی کتاب "آخری بارش" کا فکری اور فنی حوالے سے تجزیہ کیا گیا ہے۔ جبکہ تیسرے باب میں معظمہ نقوی کی کتاب نثری حوالے سے "نوائے نقوی" کا تجزیہ کیا گیا ہے۔

اس مقالے کے پہلے باب میں معظمہ نقوی کے سوانح حیات، جدِ امجد، اس کے خاندان، حسب و نسب اور اس کے تعلیمی اور ادبی خدمات کا ذکر کیا گیا ہے۔

اس مقالے کے دوسرے باب میں معظمہ نقوی کی کتاب "آخری بارش" کا تجزیہ کیا گیا ہے. جس میں فکری اور فنی حوالے سے مختلف خصوصیات بیان کی گئی ہیں۔ جس میں انہوں نے ایک پختہ شاعرہ ہونے کا ثبوت دیا ہے۔ معظمہ نقوی کی شاعری میں موضوعات کا تنوع اور جدت، اور رومانوی افکار اور معاشرتی افکار دونوں ان کی شاعری میں برابر نظر آتے ہیں۔ معاشرتی افکار میں معاشرے کے مسائل کو بیان کیا گیا ہے۔ اس باب میں عشق حقیقی، تصور غم، ہجر و فراق، تہذیب و معاشرت کی عکاسی، مشاہدے کی گہرائی، تصور عشق، اور فطرت نگاری کے جوہر دکھائے گئے ہیں۔ ان کی شاعری میں تصور عشق بھی نمایاں ہیں۔ معظمہ نقوی نے نظموں کے ذریعے فطرت کی خوبصورت منظر کشی کی ہے۔ اور قاری اس میں کھو کر رہ جاتا ہے۔ انہوں نے اپنے نظموں میں فکری موضوعات کے حوالے سے تنقیدی شعور کو اپنے کلام میں انتہائی مہارت اور سادگی سے بڑھایا ہے۔ اس کے علاوہ ان کے موضوعات نئے نویلے اور انوکھے ہیں۔ وہ فکری، معنوی اور موضوعاتی، کشادگی فراہم کرتے ہیں۔ معظمہ نقوی ایک رجائی شاعرہ ہیں۔ وہ کبھی نہ امید نہیں

ہوتی اور نہ ہی اپنے معاشرے کے لوگوں کو ناامید ہونے دیتی ہیں۔ کیونکہ ان کی شاعری امید کے ساتھ ساتھ مظالم کے خلاف قوت برداشت کرنے کی ترغیب بھی دیتی ہے۔ ولولہ انگیزی اور حوصلہ مندی ان کی شاعری کا بنیادی اثاثہ ہے۔ اور اس کے علاوہ انہوں نے اپنی شاعری میں مکالمہ اور تخاطب کا جو انداز بیان کیا ہے وہ ایک منفرد انداز ہے۔ وہ اپنی نظموں میں مختلف کردار کی صورت میں مخاطب ہوتے ہوئے نظر آتی ہیں۔ کسی نظم میں وہ خود مخاطب ہو کر سوال جواب کرتی ہیں اور کسی نظم میں ایک مرد کے کردار میں گفتگو کرتی ہوئے دکھائی دیتی ہیں۔ ان کے نظموں میں تخاطب کے انداز میں کئی مردانہ زنانہ کرداروں کے علاوہ خود مکالمہ کرتے ہوئے دکھائی دیتی ہیں۔ اور کئی نظموں میں تخاطب کے انداز میں ابہام کی کیفیت بھی ملتی ہے۔ اس لیے معظمہ نقوی کے قاری کو غور و خواص کرنے کے بعد کلام والے شخص کا ادراک ہوتا ہے۔ معظمہ نقوی نے سادگی اور ثلاثت سے کام لیا ہے۔ انہوں نے اپنی شاعری میں روزمرہ کی عام زبان کو استعمال کیا ہے۔ تاکہ قاری ان کی شاعری میں موجود اصل مقصد کو سمجھ سکیں۔

فنی حوالے سے ان کی یہ کتاب "آخری بارش" آزاد نظموں کی کتاب ہے. آزاد نظم جدید شعراء کرام کی پسندیدہ صنف سخن رہی ہے۔ اس لیے معظمہ نقوی نے آزاد نظمیں اور پابند نظمیں لکھی ہیں۔ لیکن یہ کتاب ان کی آزاد نظموں کے متعلق ہے۔ اپنی آزاد نظموں میں قافیہ ردیف کا استعمال بھی کیا ہے۔ اور انہوں نے چھوٹے مصروں میں اپنی بات مکمل کرنے کی کوشش کی ہے۔

معظمہ نقوی نے اپنی نظموں میں تشبیہات کا استعمال بھی کیا ہے۔ انہوں نے نظموں میں خوبصورت نازک نفیس اور نادر قسم کے تشبیہات کو برتا ہے۔ معظمہ نقوی نے قدیم اور جدید تشبیہات کی بہی آمیزش سے اپنی نظموں میں خوبصورتی کے رنگ بھرے ہیں۔

معظمہ نقوی نے اپنی شاعری میں تکرار لفظی کا استعمال بھی کیا ہے۔ تکرار الفاظ اس کے کلام میں دلچسپی اور تاثر کا عنصر پیدا کرتے ہیں۔ اور تکرار الفاظ کے ذریعے انہوں نے اپنے کلام میں موسیقیت کا کام بھی لیا ہے۔ تکرار لفظی کا استعمال کر کے اپنے کلام کو دلچسپ اور منفرد بنایا ہے۔

اس مکالے کے تیسرے باب میں معظمہ نقوی کی نثری حوالے سے کتاب "نوائے نقوی" کا تجزیہ کیا گیا ہے۔ اس کتاب میں تحقیقی، تنقیدی اور ادبی مضامین اور کالم شامل ہیں۔ معظمہ نقوی بنیادی طور پر شاعرہ ہیں۔ لیکن ان کے نثر پر بھی بہت اچھی گرفت ہے۔

انہوں نے اس کتاب میں مختلف موضوعات، شخصیات ان کے کتب کو اپنی تحریر کا موضوع بنایا اور اپنی اس کوشش میں کامیاب ہوئی ہے۔

اس باب میں سب سے پہلے ڈاکٹر خان محمد ساجد (ملتان) کے رہنے والے ہیں ان کے نوائے نقوی پر چند تاثرات ہیں. تو انہوں نے اس کتاب میں جو بھی موضوعات ہیں، کالم ہیں، مضامین ہیں اور شخصیت پر جو تبصرے کیے گئے ہیں ان کے بارے میں مختصر اور جامع تاثرات پیش کیے ہیں۔ اس کے بعد اس کتاب میں وسیب کے نامور شعراء کا اور ان کی شخصیت اور ان کے فن کا تبصرہ کیا ہے۔

نامور شعراء میں سے ایک نامور اور مشہور نام حسرت کا شاعر "شفقت کاظمی" جو رئیس المغزلین پیشوا و جانشین کے نام سے یاد کیے جاتے ہیں۔ ان کی شاعری ان کی فکری اور فنی ان کی شخصیت کا احاطہ کیا گیا ہے۔ اس کے بعد معظمہ نقوی نے "اقبال اور تعلیم" ڈاکٹر علامہ محمد اقبال کے شخصیت اور ان کے تعلیم اور فلسفہِ خودی پر مختصراً جائزہ لیا ہے۔ اس کے علاوہ انہوں نے اردو زبان کے تاریخ اور ارتقاء کا تجزیہ کیا ہے۔ اس کے علاوہ ان کا ایک اور موضوع "سر سید احمد خان کیا سید تھے" کے عنوان سے بیان کیا ہے۔ تو وہ سر سید احمد خان کے حسب و نسب کے متعلق بیان کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ ایک مشرقی موضوع نیا اور انوکھا منفرد موضوع کرونائی دور اور ادب ۲۰۱۹ میں موذی بیماری جس کی وجہ سے پوری دنیا متاثر ہو گئی تھی. تو جانی, معاشی اور ادب کے نقصان کو جو اس دور میں ہوئے ان کو بیان کیا ہے۔

اس کے علاوہ مشتاق در بھنگوی کی کتاب "گوش بر آواز" اور قربان صاحب "پہلا چہرہ خالق" اور خیالی کے حقائق، پہلی شاعرہ انیلا طالب اور نظم آراستہ اور گل بخشانوی، دلبر مولائی، کھوار شاعری کا شیریں شاعر رحمت عزیز چترالی، اولیا کے شہر کا باسی کربلائی شاعر ارشاد ڈیروی، صاحب اسلوب شاعر اعظم سہیل ہارون، سید مبارک علی شمسی، قربان حسین طیار مہدی، انیلا طالب اور رَیم "آب زم زم" جو کہ مشتاق در بھنگوی کی ایک خوبصورت منفرد تالیف شاعری کا مجموعہ ہے۔ شفیق مراد صاحب، عظیم دانشور اور درویش شاعر محمد یعقوب فردوسی، فرزانہ فرحت، رابعہ شاہین، پروفیسر جاوید گل گشکوری، زاہد اقبال بھیل ان کی نثری اور شاعری کے فکر اور فن کا تجزیہ اردو اور سرائیکی ادب میں ادبی خدمات کو بھی بیان کیا گیا ہے۔

معظمہ نقوی کا علمی و ادبی سفر ابھی جاری و ساری ہے اور اس بات کے قوی اور غالب امکانات موجود ہیں کہ انہوں نے اس طرح اپنی فنی اور فکری ریاضت کا سفر جاری رکھا تو وہ مستقبل میں اردو ادب کے چند گنے چنے اور معروف شعراء میں اپنی جگہ بنا لیں گی۔ اور وہ اچھی سے بہت ہی اچھی شاعرہ بن جائیں گی۔

الغرض معظمہ نقوی کی شاعری اردو ادب کی زندہ جاوید شاعری ہے۔ جو برسوں تک قارین کے دل و دماغ کو عاشقانہ ماحول اور روح پرور رومانوی جذبات اور احساسات سے معطر کرتی رہے گی۔

کتابیات

۱۔ ڈاکٹر وزیر آغا اردو شاعری کا مزاج، مجلس ترقی ادب لاہور

۲۔ معظمہ نقوی، آخری بارش، پریس فار پیس پبلی کیشنز، سن اشاعت ۲۰۲۳

۳۔ معظمہ نقوی، مودت نامہ، ایم ارسلان پبلیشر، سن اشاعت ۲۰۲۱

۴۔ کفِ دست، معظمہ نقوی، بلوچ پرنٹنگ پریس، ۲۰۲۱

۵۔۔نوائے نقوی، معظمہ نقوی، زوہیب پبلیشرز، حاصل پور، سن اشاعت ۲۰۱۳

ضمیمہ جات

"اوج ڈائجسٹ" کے چیف ایڈیٹر ایم عاصم بوٹا صاحب سے ایوارڈ وصول کرتے ہوئے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قومی امن کمیٹی برائے بین المذاہب ہم آہنگی

(حکومت پاکستان)

NPCIH

علم وادب / صحافتی شعبہ میں بہترین کارکردگی پر

محترم / محترمہ معظمہ نقوی کو

قومی امن کمیٹی برائے بین المذاہب ہم آہنگی (حکومت پاکستان)

کی جانب سے تعریفی سرٹیفکیٹ سے نوازا جارہا ہے۔

سیّد عتیق الرحمن بخاری
مرکزی صدر پاکستان

علامہ سیّد ایاز ظہیر ہاشمی
مرکزی چیئرمین پاکستان

Cell: 0302-9212222, www.npcih.gov.pk